تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

13

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

22 تا 28 شعبان المعظم 1442ھ/6 تا 12 اپریل 2021ء

اللہ تعالیٰ سے غداری

اسلامی ریاست میں انسانی حقوق کا بڑا محافظ حکومت کا یہ تصور ہے کہ وہ ایک امانت ہے اور اس کے نگرانِ اعلیٰ کی حیثیت ایک امین کی سی ہے۔ خدا اور بندے کے درمیان اس قول وقرار کے بعد کہ:

﴿اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ﴾ (التوبۃ:111)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔''

مسلمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی سونپی ہوئی ایک مقدس امانت بن گئی ہے اور وہ اپنا حق تصرف خود اپنی آزادانہ مرضی اور اپنے بے لگام اختیار وارادے سے نہیں بلکہ اصل مالک کی مرضی اور اس کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق استعمال کرنے کا پابند ہو گیا ہے۔ یہ اسی تصورِ امانت کا نتیجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ساتھ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ''خیانتِ نفس'' کا مجرم ٹھہراتا ہے۔

اس تصور امانت کی رو سے ہر شخص پر احتساب و ذمہ داری کا بار بقدرِ امانت ہے۔ جس کے پاس اسباب و وسائل اور اختیارات و اقتدار کی جتنی امانت موجود ہے وہ اسی تناسب سے اپنے مالک کے حضور اپنے اعمال وافعال کا جوابدہ ہے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس تصورِ امانت کا پورا پورا شعور واحساس تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو شخص حکمران ہو اس کو سب سے زیادہ بھاری حساب دینا ہوگا۔ اور وہ سب سے زیادہ سخت عذاب کے خطرے میں مبتلا ہوگا۔ اور جو حکمران نہ ہو اس کو ہلکا حساب دینا ہوگا۔ اور اس کے لیے ہلکے حساب کا خطرہ ہے۔ کیونکہ حکام کے لیے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں کہ ان کے ہاتھوں مسلمان پر ظلم ہو۔ اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ خدا سے غداری کرتا ہے۔''

بنیادی حقوق
صلاح الدین

اس شمارے میں

پاک بھارت تعلقات: تحفظات اور....
اچھے انجام کی دو بنیادی شرائط
دورِ فتن، دجالیت اور آخر الزماں....
اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (vii)
حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا
یقیں پیدا کر اے غافل!

الھدیٰ (931)

وہ لوگ جن کے دل ایمانِ حقیقی کی روشنی سے خالی ہیں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ النُّور — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 39، 40

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُهُمۡ كَسَرَابٍۢ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰٮهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۙ‏ ﴿۳۹﴾ اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّـجِّىٍّ يَّغۡشٰٮهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَهٗ لَمۡ يَكَدۡ يَرٰٮهَا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ﴿۴۰﴾ ع

اب اگلی دو آیات میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جن کے دل ایمانِ حقیقی کی روشنی سے یکسر خالی ہیں مگر وہ اپنے دل کی تسلی اور اپنے ضمیر کے اطمینان کے لیے نیکی کے مختلف کام سرانجام دیتے رہتے ہیں۔

آیت ۳۹ ﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُهُمۡ كَسَرَابٍۢ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ﴾ ’’اور جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے سراب کسی چٹیل میدان میں' پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے۔‘‘

﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰٮهُ حِسَابَهٗ ؕ﴾ ’’یہاں تک کہ وہ جب اس کے پاس آیا تو اُس نے وہاں کچھ نہ پایا' البتہ اس نے اس کے پاس اللہ کو پایا' تو اس نے پورا پورا چکا دیا اسے اس کا حساب۔‘‘

﴿وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۳۹﴾﴾ ’’اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔‘‘

یعنی اگر کسی شخص کا دل حقیقی ایمان سے محروم ہے تو خدمت خلق کے میدان میں اس کے کارناموں اور دوسرے نیک کاموں کی اللہ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں۔ ایسی نیکیاں تو گویا سراب (دھوکہ) ہیں۔ جیسے صحرا میں ایک پیاسا شخص سراب (چمکتی ہوئی ریت) کو پانی سمجھتا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی اپنے اعمال کو نیکیوں کا ڈھیر سمجھتے ہیں' لیکن روزِ حساب ان پر اچانک یہ حقیقت کھلے گی کہ ان کا کوئی عمل بھی اللہ کے ہاں شرفِ قبولیت نہیں پا سکا۔

آیت ۴۰ ﴿اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّـجِّىٍّ يَّغۡشٰٮهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ﴾ ’’یا بہت گہرے سمندر میں اندھیروں کی مانند' اسے ڈھانپ لیتی ہو ایک موج' اس کے اوپر ہو ایک اور موج' اس کے اوپر ہوں بادل‘‘

یعنی اندھیری رات ہے' سمندر کی گہرائی میں موج در موج کی کیفیت ہے اور اوپر فضا میں گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ گویا روشنی کی کسی ایک کرن کا بھی کہیں کوئی وجود نہیں۔

﴿ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَهٗ لَمۡ يَكَدۡ يَرٰٮهَا ؕ﴾ ’’اندھیرے ہی اندھیرے ہیں ایک دوسرے کے اوپر' جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اسے بھی نہیں دیکھ سکتا۔‘‘

﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ﴿۴۰﴾﴾ ’’اور جس کو اللہ نے ہی کوئی نور عطا نہ کیا ہو تو اس کے لیے کہیں کوئی نور نہیں ہے۔‘‘

یعنی وہ لوگ جن کی زندگیاں ملمع کی نیکیوں سے بھی خالی ہیں ان کے لیے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔

فرمانِ نبویؐ

کون سا صدقہ ثواب میں بڑھ کر ہے؟

عَنۡ أَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ! أَیُّ الصَّدَقَةِ أَعۡظَمُ أَجۡرًا؟ قَالَ: ((أَنۡ تَصَدَّقَ وَأَنۡتَ صَحِيۡحٌ شَحِيۡحٌ، تَخۡشَى الۡفَقۡرَ، وَتَأۡمُلُ الۡغِنٰى، وَلَا تُمۡهِلَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ)) قُلۡتَ: ((لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدۡ كَانَ لِفُلَانٍ))

(متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ ثواب میں زیادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ’’تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست اور مال کو جمع رکھنے کا خواہش مند ہو، تجھے محتاجی سے ڈر لگتا ہو اور تو امیری کا آرزومند ہو۔ نیز صدقہ دینے میں دیر نہ کر، یہاں تک کہ جب (روح) حلق کے قریب پہنچ جائے تب تو وصیت کرے کہ فلاں کے لیے اتنا مال ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے جب کہ مال فلاں کا ہو چکا ہے۔‘‘

ادا ریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاک بھارت تعلقات: تحفظات اور خدشات

1947ء میں برصغیر تقسیم ہو گیا۔ یہ تقسیم مسلمانوں کے مطالبے اور دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قومیت کی بنیاد پر ریاست کی تشکیل کے نظریہ کی واضح شکست تھی، لیکن بدقسمتی سے نظریاتی بنیادوں پر قائم ہونے والا ملک یعنی پاکستان بھی عملاً ایک نظریاتی ریاست بننے میں بُری طرح ناکام رہا اور نظریۂ پاکستان محض ایک علمی مباحث کا عنوان بن کر رہ گیا۔ جس کے مخالفوں کی تعداد اگرچہ انتہائی قلیل ہے، لیکن وہ کافی زبان دراز اور متحرک ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان، جس میں مختلف رنگوں، نسلوں، صوبوں اور زبانوں کے لوگ صرف ایک نظریۂ اسلام کے اشتراک کی وجہ سے دو قومی نظریہ کے نعرہ کے تحت جمع تھے، اس نظریے سے انحراف نے ان مختلف النوع اقوام کے اکٹھ پر سوال کھڑا کر دیا اور بنگالی، سندھی، پنجابی، بلوچی، پٹھان کی آوازیں بلند ہوئیں جو بالآخر مشرقی و مغربی پاکستان کی علیحدگی کا باعث بنیں۔ قائداعظم کے اِس پاکستان کی شکست و ریخت کے یقیناً ذمہ دار تو پاکستان کے خاص و عام سب تھے، لیکن خارجی سطح پر حقیقی اور مرکزی رول اُس ہندو ذہنیت نے ادا کیا جس پر پنڈت نہرو اور اُن کی خونخوار بیٹی اندرا گاندھی نے سیکولرازم کا غلاف چڑھایا ہوا تھا اور اب مودی اِس حوالے سے ننگا ناچ ناچ رہا ہے۔ اُس نے بھارت میں گہری قبر کھود کر سیکولرازم کو بنا غسل دفنا دیا ہے اور کھل کر اُس ہندوتوا کو سامنے لے آیا ہے جو کانگرسی لیڈروں کے سینوں میں بھی سمایا ہوا ہے۔ یہ کانگرسی لیڈر بغل میں چھری منہ میں رام رام کی عملی تصویر ہیں اور گجرات کے مسلمانوں کا سفاک اور سنگدل قاتل مودی جب 2014ء میں بھارت کا وزیراعظم بنا تو اُس کے عزائم بڑے واضح تھے۔ اُس نے اپنے پہلے پانچ سالہ دورِ حکومت میں اپنے اصل ایجنڈے کے لیے زمین ہموار کی۔ یہ ایجنڈا کیا تھا؟ ہندوستان ہندوؤں کا ہے اور صرف ہندوؤں کا ہے۔ جو ہندو نہیں اُسے ہندوستان میں رہنے کا حق نہیں۔

مسلمانوں پر ''خصوصی عنایت'' یہ ہوئی کہ وقفہ وقفہ سے اُن کا قتل عام ہوتا رہا۔ آسام اور اُس کے قرب و جوار میں بسنے والے مسلمانوں کی شہریت ختم کر دی گئی۔ وہ مہاجر تو نہ ہوئے بے وطن ہو گئے وہ کسی ریاست کے شہری نہ رہے۔ گائے کے ایک کلو گوشت کی برآمدگی بھی کئی مسلمانوں کی شہادت کا باعث بنی۔ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے ہندوؤں اور پاکستان کے مسلمانوں کے طرزِ عمل، رویے اور اُن کی کارکردگی کا اگر تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہندو کی سوچ پست ہے۔ وہ تنگ نظر ہے اور سازشی ذہن رکھتا ہے جبکہ پاکستان کا مسلمان جذباتی، بے فکر بلکہ آوارہ فکر ہے۔ وہ کل کے دشمن کو یوں سینے سے لگاتا ہے جیسے اُس کے ہاتھوں نہ اُس کی کبھی عزت و عفت کا تیا پانچہ ہوا تھا، نہ اُس کی گردن پر چھری چلائی گئی تھی۔ پاکستانیوں کی اس آوارہ فکری کا مظاہرہ یوں تو عوامی سطح پر ہندو ثقافت کی پیروی میں جگہ جگہ دیکھا جا سکتا

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
22 تا 28 شعبان 1442ھ جلد 30
6 تا 12 اپریل 2021ء شمارہ 13
مدیر مسئول حافظ عاکف سعید
مدیر ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ہے،لیکن اِس کا عروج اُس وقت منظر عام پر آیا جب مسلمانوں کا قاتل مودی وزیر اعظم نواز شریف کی نواسی کی شادی میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شامل ہوا۔ حیرت کی بات ہے اِس شادی میں سابق وزیر اعظم کے قریب ترین رفقاء اور کابینہ کے ارکان بھی مدعو نہیں تھے۔ دوسری طرف بھارتیوں کی ذہنی پستی اور سازشی ذہنیت کے بھی کئی مظاہر دیکھنے میں آئے، لیکن برسلز میں موجود EU-DisinfoLab ادارے کی تحقیقی رپورٹ گویا ہندو ذہنیت کا اصل عکس ہے۔

یہ رپورٹ کچھ یوں ہے کہ بھارت دنیا کے 116 ممالک میں پھیلے 750 سے زائد جعلی ذرائع ابلاغ کے وسیع نیٹ ورک کی باقاعدہ سرپرستی کر رہا ہے جس کا واحد مقصد اپنے حریف ممالک خاص طور پر پاکستان کے خلاف جعلی خبریں اور جھوٹا پروپیگنڈا پھیلانا ہے۔ تاکہ حریف ممالک خاص طور پر پاکستان کا دنیا میں امیج بری طرح خراب ہو اور بھارت اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین جیسے عالمی اداروں کی ہمدردیاں حاصل کر کے اپنے مفادات حاصل کر سکے۔ اس یورپی ادارے نے انکشاف کیا ہے کہ بھارت کی سرپرستی میں کام کرنے والے ان جعلی ذرائع ابلاغ میں مختلف این جی اوز، انسانی حقوق کی تنظیمیں، متعدد مشکوک تھنک ٹینکس شامل ہیں۔ رپورٹ کے مطابق یہ ذرائع جعلی صحافیوں، نقلی میڈیا اور جعلی پریس ایجنسیوں کو اپنے ان گھناؤنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ ذرائع پاکستان کا امیج خراب کرنے کے لیے جعلی خبریں اور جعلی مواد تیار کرتے ہیں جو سوشل میڈیا سمیت مختلف ذرائع سے دنیا میں پھیلایا جاتا تھا۔

اس تحقیقی ادارے کی رپورٹ کے مطابق ان بھارتی ذرائع نے اپنے مکروہ مقاصد کے لیے یورپی پارلیمنٹ کے لیٹر ہیڈ کا بھی ناجائز استعمال کیا ہے۔ جعلی فون نمبروں کے ساتھ ویب سائٹیں رجسٹرڈ کیں، اقوام متحدہ کو جعلی ایڈریس فراہم کیے اور جعلی پبلشنگ کمپنیاں تشکیل دیں تاکہ وہ بھارتی مفاد کے لیے کام کرنے والے تھنک ٹینک کی کتابیں چھاپیں۔ اس کے علاوہ 95 ممالک میں 500 سے زیادہ جعلی مقامی میڈیا آؤٹ لیٹس کے پورے نیٹ ورک نے پاکستان اور چین کے بارے میں منفی اعداد و شمار پیش کرنے میں مدد فراہم کی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ جعلی خبروں کا کام ہندوستانی اسٹیک ہولڈرز نے سنبھالا ہوا تھا جن میں بھارت کا سری واستو گروپ سرِفہرست تھا۔

قارئین کے سامنے یہ سب تفصیلات رکھنے کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم پاک بھارت مذاکرات، تجارت اور اچھے تعلقات کے مخالف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اُس سوراخ سے اتنی بار ڈسے جا چکے ہیں کہ معاملہ پاک بھارت مذاکرات کا سلسلہ شروع کرنے کا ہو یا تجارت کرنے کا۔ ہمیں بہت الرٹ رہنا ہوگا۔ صحیح تر الفاظ میں ہمیں اپنی ایڑیوں پر کھڑا ہونا ہوگا۔ کیونکہ یہ بڑے حساس معاملات ہیں۔ ہم حکومتِ پاکستان اور مقتدر حلقوں کو بار بار آگاہ کرنا چاہیں گے کہ اُنھیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا۔ پھر یہ کہ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ 5 اگست 2019ء کو جب بھارت نے 370 اور 35A کو کھرچ ڈالا اور کشمیر کو ایک بڑی جیل میں تبدیل کر دیا اور معصوم کشمیریوں پر تشدد اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو ہم نے مودی کو ہٹلر کہا، اُس کی جماعت کو نازی ازم کا چربہ قرار دیا۔ لہٰذا اب اگر بھارت ہم سے مذاکرات کرنا چاہتا ہے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ 5 اگست 2019ء سے پہلے کی صورتِ حال بحال کرے اور پھر یہ کہ مذاکرات میں مسئلہ کشمیر کو اوّلیت دی جائے وگرنہ ایسے مذاکرات جو بنیادی تنازعہ اور مسئلہ کو فوکس نہ کریں اور اعلیٰ ترین سطح پر اُسے حل کرنے کی سنجیدہ کوشش نظر نہ آئے تو یہ بھی فکری آوارگی کے سوا کچھ نہیں۔

وزیر اعظم پاکستان کو بیماری میں Wish کرنا یا یومِ پاکستان پر مبارک باد دینا سفارتی سطح پر خیر سگالی کا مظاہرہ تو ہوگا، لیکن عملی طور پر کسی بڑی پیش رفت کا پیش خیمہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہمیں بھارت سے مذاکرات کرتے ہوئے اُس کے منہ سے پھول جھڑتے دیکھ کر مطمئن یا خوش نہیں ہونا چاہیے بلکہ مذاکرات کے دوران اُس کی بغل پر مکمل اور کڑی نگاہ رکھنی ہوگی۔ ہماری حکومت اور مقتدر قوتوں کو یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ کمزوری کی حالت میں مذاکرات کی میز پر بیٹھنے والوں کو کبھی کچھ نہیں ملا کرتا۔ ڈپلومیسی کی پشت پر بھی طاقت کا ہونا ناگزیر ہے لہٰذا مذاکرات کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے تیار رکھنے کی ضرورت ہے۔ قصہ مختصر اگر مذاکرات سے کشمیریوں کو بغیر کسی قسم کے دباؤ کے استصواب رائے کا حق مل جاتا ہے اور وہ بھارت کی غلامی سے مکمل آزادی حاصل کر لیتے ہیں اور مسلمانانِ بھارت کو ریاستی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے تو یہ مذاکرات نعمت اور بصورت دیگر زحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکومت پاکستان اور مقتدر قوتوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ حق اور سچ پر ڈٹ جائیں اور صرف مبنی بر انصاف حل کو قبول کریں۔ آمین!

اچھے انجام کی دو بنیادی شرائط

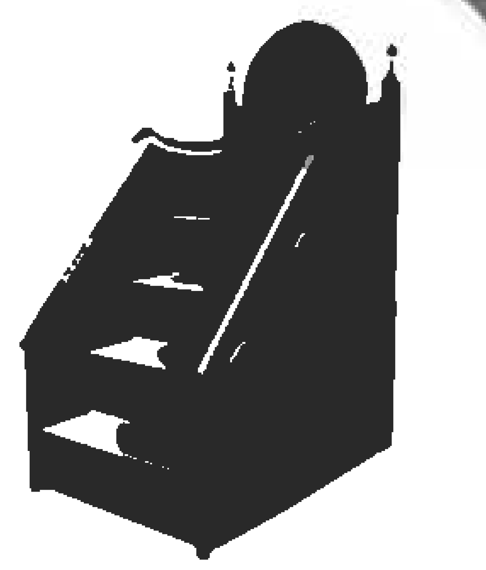

(سورہ النجم کی آیات 31، 32 کی روشنی میں)

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ النجم کی آیت 31 اور 32 کا مطالعہ کریں گے۔ زیر مطالعہ سورت میں مشرکین اور کفار کے باطل عقائد کا رد بڑے احسن انداز میں ہمارے سامنے آیا۔ بتایا گیا کہ یہ جن باطل عقائد کی پیروی کر رہے ہیں یہ تو ان کا اپنا ظن اور تخمین ہے اور ان کے علم کی رسائی یہاں تک ہی ہے جو انہیں صرف دنیا کا بندہ بناتی ہے اور آخرت کی اصل زندگی کے حوالے سے ان کی آنکھوں پر جہالت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی ساری تگ و دو دنیا تک محدود ہے۔ اسی تناظر میں فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ﴾ ”اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے“ (النجم:31)

کائنات میں جو کچھ بھی ہے یہ سب اللہ نے ہی بنایا ہے۔ عالم کا سلسلہ بنایا، یہ زمین سجائی گئی، اس میں کشش رکھی گئی، زینت رکھی گئی، بندے ہیں، گھر گرہستی کے معاملات ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کیوں؟ فرمایا:

﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا﴾ ”تاکہ وہ بدلہ دے ان کو جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں ان کے اعمال کا“ (النجم:31)

اللہ جو اس کائنات کا خالق بھی ہے اور مالک بھی ہے۔ ملکیت بھی اس کی ہے۔ بادشاہت بھی اس کی ہے۔ اصل اختیار بھی اس کا ہے۔ البتہ اس نے بندوں کو محدود سا اختیار امتحان کے طور پر اس دنیا میں دے رکھا ہے کہ کون اللہ کا شکر گزار بندہ بنتا ہے اور کون سرکشی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کے نتائج بالآخر آخرت میں سامنے آئیں گے۔ بدی کرنے والے کا نتیجہ بھی سامنے آئے گا، اس کو اس کے کیے کی سزا ملے گی اور:

﴿وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝۳۱﴾ ”اور بدلہ دے ان کو جنہوں نے نیک کام کیے ہیں اچھا“ (النجم:31)

عمدگی کے ساتھ خیر کے رویے اختیار کرنے والے، بھلائی کے رویے اختیار کرنے والے، نیکی کے رویے اختیار کرنے والے جو ہوں گے ان کو اللہ حسین انجام عطا فرمائے گا۔ یہی اس دنیا اور اس کی زیب و زینت کا مقصد ہے کہ یہ صرف انسان کی اس آزمائش کے لیے

مرتب: ابو ابراهیم

ہے۔ جو نیک اعمال والے ہیں ان کی صفات آگے بیان ہو رہی ہیں۔ قرآن حکیم کا بڑا پیارا اسلوب ایک یہ بھی ہے کہ اس میں جابجا مومنانہ صفات کا ذکر بھی آتا ہے اور باغیانہ صفات کا ذکر بھی آتا ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو مطلوب صفات ہیں وہ اختیار کرو اور جن سے اللہ ناراض ہو گا ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ یہاں یہ ذکر آ رہا ہے کہ جن کا حسین انجام ہو گا وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔ اللہ کی نعمتوں بھری جنت میں ہوں گے۔ وہ کون ہیں۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ﴾ ”وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی سے بچتے ہیں سوائے کچھ آلودگی کے۔“ (النجم:32)

قرآن کریم میں دس مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر آیا۔ یعنی نیکی کا حکم دو اور بدی سے روکو۔ یعنی نیکی بھی مطلوب ہے اور برائی سے بچنا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں کام ساتھ ساتھ چلیں گے تو دین پر عمل کا تقاضا پورا ہوگا۔ حقوق اور فرائض کو ادا کرنا دین کا آدھا حصہ ہے اور باقی آدھا حصہ برائیوں سے بچنا ہے۔ لیکن ہمارا مزاج یہ بن گیا ہے کہ شب برأت میں بڑی محنت کی اس کے بعد سال بھر غائب۔ جمعہ کے دن بڑی محنت کی ہفتہ بھر غائب۔ پنج وقتہ نماز میں بڑی محنت کی مگر نمازوں کے بعد چھٹی۔ چھٹی سے مراد باہر جا کر جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، دو نمبری وغیرہ سب کچھ چل رہا ہے۔ باہر جا کر حقوق العباد کو پامال کیا جا رہا ہے، سود خوری کے دھندوں میں مبتلا ہوا جا رہا ہے، رشوت خوری چل رہی ہے۔ حالانکہ دین میں یہ ساری چیزیں حرام ہیں۔ جہاں نیکی کرنا ضروری ہے وہاں بدی سے بچنا بھی ضروری ہے۔ جہاں فرائض و واجبات پر عمل لازم ہے وہیں حرام اور منع کردہ باتوں سے بچنا بھی لازم ہے۔

پچھلی قوموں کا ذکر قرآن میں جابجا آیا ہے۔ تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان پر نیکیوں کے چھوٹنے پر عذاب نہیں آیا بلکہ برائیوں کے ارتکاب پر عذاب آیا۔ قوم نوح پر عذاب آیا تو شرک کے ارتکاب پر آیا۔ قوم شعیب پر ناپ تول میں کمی پر عذاب آیا۔ قوم لوط پر بے حیائی اور ہم جنس پرستی کی وجہ سے عذاب آیا۔ آج اسی برائی کو قانونی حیثیت دینے کے لیے ہمارے معاشرے میں بھی شیطانی ٹولے متحرک ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں یہ مطالبہ اللہ کے

عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ حالانکہ اسی کبیرہ گناہ پر اللہ نے قوم لوط کو سخت ترین عذاب دیا کہ اس کو اندھا بھی کر دیا، پتھر بھی برسائے اور پھر ان کی بستی کو اُٹھا کر پٹخ دیا اور بحر مردار میں غرق کر دیا۔ اسی طرح آل فرعون پر عذاب آیا تو ظلم و جبر اور شرک کی وجہ سے عذاب آیا۔ اللہ کا غضب نیکی کے چھوٹنے پر کم گناہوں کے ارتکاب پر زیادہ بھڑکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: علی الاعلان جو گناہ ہوا کرتے ہیں ان پر اللہ کا عذاب زیادہ بھڑکتا ہے۔

زیر مطالعہ آیت میں فرمایا کہ اللہ ان لوگوں کو اچھا بدلہ دے گا جو نیک کام کرتے ہیں اور بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ اہل علم نے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی مختلف انداز سے وضاحت کی ہے۔ ایک سادہ بات یہ بیان کی گئی کہ ہر وہ گناہ جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے لعنت فرمادی ہے، وہ کبیرہ گناہ ہے۔ یعنی اللہ کی رحمت سے دوری والا کام بھی کبیرہ گناہ ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

بعض احادیث میں سات بہت بڑے گناہوں کا ذکر آتا ہے جن میں شرک، ناحق قتل، سود خوری وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن دیگر احادیث کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو یہ تعداد سات تک محدود نہیں رہتی بلکہ وہ سارے اعمال جن پر دنیا یا آخرت کی کوئی سزا بیان ہوئی، وعید بیان ہوئی یا لعنت کی گئی ہے وہ سب کبیرہ گناہ ہیں۔

آج کچھ مسلکی اختلافات پر تو بڑے بڑے محاذ لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یوٹیوب پر ایک سے بڑھ کر ایک مناظرہ چل رہا ہے۔ حالانکہ یہ محض مسلکی آراء و ترجیحات کا معاملہ ہے۔ لیکن باہر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کھلی بغاوت چل رہی ہے، شرعی احکام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، سود کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ سرے عام جاری ہے، حکومت بے حیائی کے کاموں کو کھلے عام پروٹیکشن دے رہی ہے۔ یعنی آج بڑے بڑے حرام کام ہو رہے ہیں، لیکن اس کے بارے میں ہمارے ہاں اتنی حساسیت نہیں ہے۔ لیکن کسی نے ہاتھ سینے پر باندھ لیا، یا ناف کے نیچے باندھ لیا، یا ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا، کسی نے آمین بلند آواز میں کہہ دی تو ہمارے ہاں قیامت آجاتی ہے۔ ان معاملات میں ہم بڑے حساس ہیں۔ ہم لباس کے آداب کا اہتمام تو کرتے ہیں، کرنا بھی چاہیے، شلوار ٹخنوں سے اوپر ہونی چاہیے۔ لیکن یہ کپڑا کہاں سے آ رہا ہے، حلال سے آ رہا ہے یا حرام سے، یہ بھی دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ امام الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں: ''وہ جسم ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا جو کہ حرام کمائی سے پروان چڑھا ہو۔'' کیا اس حوالے سے ہماری حساسیت ہے؟ بچہ گلاس توڑ دے، موبائل توڑ دے، لیپ ٹاپ کی سکرین توڑ دے تو اس پر ہمیں غصہ آتا ہے لیکن اللہ کے احکام ٹوٹ رہے ہیں، کیا ہمارے چہرے کا رنگ کبھی بدلتا ہے؟ ہماری امت کی ماں، اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے ذاتی معاملات میں کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا، ذاتی معاملات میں حضور ﷺ کو کبھی غصہ نہیں آتا تھا۔ لیکن جب اللہ کی حدود میں سے کوئی حد ٹوٹتی تو سب سے زیادہ غصہ امام الانبیاء ﷺ کو آتا تھا۔ کیا آج ہمارے چہرے کے رنگ بھی بدلتے ہیں؟ زیر مطالعہ آیت میں فرمایا جن کا حسین انجام ہوگا وہ بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ ان کے اندر گناہوں سے بچنے کی حساسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آج کس کو نہیں پتہ کہ رشوت حرام ہے لیکن ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ کس کو نہیں پتہ کہ ناپ تول میں کمی حرام ہے، کس کو نہیں پتہ کہ جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، غیبت حرام ہے۔ لیکن کیا ان کے بارے میں ہمارے اندر حساسیت ہے؟ کبیرہ گناہوں کی تعریف اہل علم نے یہ بیان فرمائی کہ وہ برے کام جن پر اللہ و رسول ﷺ نے وعید اور لعنت فرمائی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی شکل و صورت اور مشابہت اختیار کریں اور لعنت فرمائی ان عورتوں پر جو مردوں کی شکل و صورت اور

پریس ریلیز 2 اپریل 2021ء

مقبوضہ کشمیر کو جیل میں تبدیل کرنے والوں سے تجارت نا قابل قبول ہے

شجاع الدین شیخ

مقبوضہ کشمیر کو جیل میں تبدیل کرنے والوں سے تجارت نا قابل قبول ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ کہتے ہیں جس پر روزِ اوّل سے دشمن قابض ہے اور اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد پر بھی کسی صورت عمل درآمد کرنے کو تیار نہیں۔ اِس کے برعکس اپنے آئین سے 370 اور A-35 کو ختم کر کے مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کر چکا ہے۔ مزید یہ کہ معصوم کشمیریوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے اور اُنھیں پیلٹ گن کے استعمال سے بینائی سے محروم کر رہا ہے۔ بھارت کے درندہ صفت فوجی گھر گھر تلاشی کی آڑ میں کشمیریوں کو شہید بھی کر رہے ہیں اور خواتین کی عزت بھی پامال کر رہے ہیں۔ اگر ہم اِس پس منظر میں بھارت سے تجارت کرتے ہیں تو گویا ہم نہ صرف کشمیریوں سے ہونے والے ظلم وستم اور ناانصافی کو نظر انداز کرتے ہیں بلکہ مسئلہ کشمیر پر اپنے تاریخی اُصولی موقف سے بھی پسپائی اختیار کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تاریخ کا سبق یہ ہے کہ پسپا ہونے والی قوم بالآخر دیوار سے جا لگتی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ پاکستان کے کمزور اور لاغر ہونے کی اصل وجہ اسلام سے دوری ہے۔ لہٰذا ضرورت اِس امر کی ہے کہ دشمن کے مقابلے میں خود کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے جو نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دیے بغیر ممکن نہیں۔ اس سے کشمیریوں کا یہ نعرہ بھی عملی صورت اختیار کر لے گا ''پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ''۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

مشابہت اختیار کریں۔ یہ سارا کچھ مغرب میں ہو رہا تھا لیکن اب ہمارے معاشرے کے اندر بھی آزادی کے نام پر اس گناہ کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ یہ دراصل اللہ اور اس کے دین سے آزادی کے نعرے ہیں کہ جو چاہیں کریں۔ میرا جسم میری مرضی سے مراد یہی ہے۔ یہ چاہ رہے ہیں وہ سارا کچھ ہمارے اس معاشرے کے اندر آ جائے جو مغرب میں ہے۔

زیر مطالعہ آیت میں انسان کے اچھے انجام کی دوسری شرط فواحش سے بچنا قرار پائی۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ط﴾ (النجم: 32) ''وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی سے بچتے ہیں سوائے کچھ آلودگی کے (صغیرہ گناہوں کے)۔''

زنا اور اس کی طرف لے جانے والے سارے کام بے حیائی کے کام ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں آٹھ مارچ کو ہر سال بے حیائی کی دعوت دی جاتی ہے: نکاح کو چھوڑ دو، خاندان کے بندھن کو چھوڑ دو، میرا جسم میری مرضی وغیرہ۔ یہ سب زنا کی طرف جانے والے کام ہیں۔ اب زنا سے کتوں والی نسل تو پیدا ہو سکتی ہے جو ادھر منہ مارے ادھر منہ مارے لیکن انسان تو نہیں پیدا ہو سکتا۔ عفت اور پاکیزگی تو نہیں آسکتی۔ خاندان تو ترقی نہیں پا سکتے، معاشرہ صحت مند بنیادوں پر مستحکم نہیں ہو سکتا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی﴾ (بنی اسرائیل: 32) ''اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔''

یہ ناچ گانا، یہ موسیقی، شراب، یہ فحش لٹریچر، یہ پورنوگرافی، یہ گندی ویب سائٹس، سوشل میڈیا کی گندگی، یہ بل بورڈز، یہ سب بے حیائی کے کام ہیں۔ ان سے زنا پروموٹ ہوگا، پھر ریپ اور زیادتی کے کیسز ہوتے ہیں، پھر یہ سارا میڈیا ڈھنڈورا پیٹتا ہے کہ یہ کیس ہو گیا؟ حالانکہ سب سے زیادہ میڈیا ہی بے حیائی کو پروموٹ کرتا ہے، پھر حکمرانوں نے اجازت دے رکھی ہے وہ بھی ذمہ دار ہیں۔ میرے گھر میں سکرین پر بے حیائی چل رہی ہے تو میں ذمہ دار ہوں۔ جمعہ کے خطبہ میں ہم کیا سنتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج﴾ (النحل: 90) ''یقیناً اللہ حکم دیتا ہے عدل کا' احسان کا اور قرابت داروں کو (ان کے حقوق) ادا کرنے کا اور وہ روکتا ہے بے حیائی' برائی اور سرکشی سے۔''

اللہ بے حیائی کے کاموں سے منع فرما رہا ہے۔ حکمران ریاست مدینہ کا نام لاکھ دفعہ لیں لیکن اگر فحاشی اور عریانی پھیلانے کی اجازت دے رکھی ہے، میڈیا پر ستر چینل بے حیائی کو پروموٹ کر رہے ہیں تو حکمران ذمہ دار ہیں۔ میڈیا یا مالکان بھی ذمہ دار ہیں۔ وہ صنعت کار جو اپنی پروڈکٹس بیچنے کے لیے عورت کو کھلواڑ بنا کر پیش کرتے ہیں تو وہ سب کے سب ذمہ دار ہیں۔ اگر جنت چاہیے تو ان چیزوں سے بچنا ہوگا، اللہ چاہیے تو ان چیزوں کو چھوڑنا ہوگا، آخرت کی کامیابی چاہیے تو ان چیزوں سے بچنا ہوگا۔

بڑا کبیرہ گناہ

عقائد میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اعمال میں سب سے بڑا گناہ سود ہے۔ قرآن کہتا ہے:

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو، اگر تم واقعی مؤمن ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اور اگر تم توبہ کرلو تو پھر اصل اموال تمہارے ہی ہیں۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' (سورۃ البقرۃ: 279،278)

یہاں اہل ایمان سے ہی خطاب ہو رہا ہے اور اتنے شدید الفاظ میں کسی اور گناہ پر وارننگ نہیں دی گئی۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ سود کتنا بڑا اور بھاری گناہ ہوگا جس کو نہ چھوڑنے پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے واضح اعلان جنگ ہے۔

تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہم پورے پاکستان میں سود کے خلاف مہم چلا رہے ہیں کہ اس بڑے گناہ سے اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک کو پاک کیا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کھلی بغاوت اور جنگ بند کی جائے۔ حکومت اگر کہتی ہے کہ ہم کرپشن کو ختم کرنا چاہتے ہیں، انصاف لانا چاہتے ہیں، ہم معاشی استحکام لانا چاہتے ہیں تو یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن اس کے لیے سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ بند کرنا ہوگی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کھلی جنگ بھی جاری رہے اور دوسری طرف ہم کسی بہتری کی توقع بھی کریں۔ پاکستان کی عدالتوں میں سود کے خلاف کیس چالیس سال سے چل رہا ہے۔ دو مرتبہ عدالتوں سے واضح فیصلہ بھی آ چکا ہے کہ ہمارے معاشی سسٹم میں استعمال ہونے والا بینک انٹرسٹ اور سود ربا ہے اور حرام ہے۔ عدالتوں نے حکومت کو وقت بھی دیا کہ اتنے وقت میں حکومت قانون سازی کر کے اپنے معاشی نظام کو سود سے پاک کرلے اور اس حوالے سے علماء اور اسکالرز کی جانب سے پورا فریم ورک اور سارا اکیڈمک ورک بھی موجود ہے اور ہمارا آئین بھی واضح طور پر تقاضا کرتا ہے کہ حکومت ملک سے سود کے خاتمہ کے لیے جلد از جلد اقدام کرے۔ لیکن لگتا ہے ہمارے حکمرانوں کی نیت ٹھیک نہیں ہے جس کی وجہ سے گزشتہ بیس سال سے اس کیس کو عدالتوں میں الجھایا ہوا ہے اور کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اس کیس کو التوا میں ڈالا جا رہا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ جاری رکھی ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ اسلام کے نام پر بننے والا ملک ہے اور اس کا نام ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

ان حالات میں ذرا ہم خود اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ زیر مطالعہ آیت کی رو سے ہم اچھے انجام کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ اس انجام کے لیے جو دو بنیادی شرائط اللہ نے اپنے کلام میں پیش کی ہیں ہم تو ان دونوں کو سب سے بڑھ کر انفرادی اور اجتماعی بلکہ قومی اور ملکی سطح پر روند رہے ہیں۔ ذرا سوچیے پھر ہمارا انجام کیا ہوگا۔ خدارا! اگر اپنے انجام کی فکر ہے تو ان دو شرائط پر پورا اُترنے کی کوشش کرنا ہوگی۔ انفرادی سطح پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی ان گناہوں کو نہ صرف چھوڑنا ہوگا بلکہ ان کے خاتمے کے لیے نہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اچھے انجام کی فکر کرنے اور اس کے لیے کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(نوٹ: زیر مطالعہ آیات کا بقیہ مطالعہ ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شامل کیا جائے گا۔)

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ ملتان، ممتاز آباد کے رفیق محمد اسلم کی والدہ بیمار ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0333-6115135

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآؤُکَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

17

حضورِ حق ـ 5 ـ (III)

نداند جبرئیل ایں ہاے و ہو را
کہ نشناسد مقامِ جستجو را!
بپرس از بندۂ بیچارۂ خویش
کہ داند نیش و نوشِ آرزو را!

ترجمہ و تشریح اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا فرمایا ہے اور یہ کارخانہ اس کی قدرت کی نیرنگیوں اور ہر دم نئے حالات جنم لینے کے عمل سے گزر رہا ہے۔ یہی منظر نامہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ مقتدر، فعال وقہار و جبار ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کائنات میں انسان کو بارِ امانت دے کر اور 'صاحب خودی' بنا کر خلافت ارضی کے مقام پر فائز کیا گیا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ انسان شعور کی عمر کو پہنچتے ہی حق کی تلاش اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو کر اس کی بندگی کا سزاوار ہے مگر کتنے ہی لوگ ہیں جو اپنی خودی کو ضائع کر لیتے ہیں یا بیچ دیتے ہیں (بقول علامہ اقبال ع خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر)۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور خودی کی حفاظت کر کے خودشناسی وخداشناسی کی منازل طے کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جو اس راہ کا مسافر ہی نہیں وہ اس راستے کے نشیب وفراز اور کھائیاں اور گھاٹیاں کیا جانے۔ یہ حقیقت 'خودی' کی حفاظت کر کے خدا تک پہنچنے والا بندۂ مومن ہی جان سکتا ہے۔ علامہ اقبال ہی فرماتے ہیں: ؎

اس پیکر خاکی میں اک شئے ہے سو وہ تیری میرے لیے مشکل ہے اس شئے کی نگہبانی

فرشتے اس مقامِ جستجو سے ناواقف ہیں اور اس راستے کی مشکلات کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ دنیا بھر میں ساری چہل پہل اور 'ہاؤ ہو' سب اسی خدا شناسی کے جذبے کا ظہور ہے خداشناسی کے جذبے میں رکاوٹ بننے والی ہر طاقت اور مخلوق کو صاحب خودی راستے سے خود ہٹا دینے والا ہے لیکن یہ راستہ ہے بڑا پُر خطر و مشکل وصبر آزما۔ جبرائیل امین علیہ السلام ایک برگزیدہ فرشتہ ہونے کے باوصف اس مقامِ جستجو کو نہیں سمجھ سکتا، نہ اس راستے کی زخم خوردگی وستم ظریفی اور ہولناکی و جانفشانی کو محسوس کر سکتا ہے۔ فرشتے تو قرآن مجید کے مطابق ''وہ اللہ کے کسی حکم سے سرتابی نہیں سکتے اور وہ کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے''۔ (التحریم:6)۔ مقام جستجو پر ڈٹے ہوئے کسی صاحب خودی سے پوچھئے کہ خودی کی حفاظت اور معرفتِ خداوندی کی تلاش کے تقاضے کیا ہیں۔ فرشتوں کے ساتھ پیٹ نہیں لگا ہوا، لہٰذا وہ ایک محنت کش، خوددار 'صاحب خودی' انسان کے جذبات نہیں جان سکتا۔ اے اللہ! کبھی اپنے غلام ابن غلام محکومِ غیر بندہ وفا کیش ہم برطانوی سامراج کے مسلمان سے پوچھئے کہ خداشناسی کی جستجو تو آگے کی بات ہے اس کی آرزو کرنا بھی کتنا مہیب اور خوفناک ہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اپنی مثنوی میں تخلیق آدمؑ پر اشعار میں فرماتے ہیں: ؎

از کمالات گر ملک آگاہ بودے کے اَتَجْعَل گفتہ خود رسوا شدے

(نہ اَتَجْعَل کہتے اور نہ سامنے پر آ کر لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ...... کہنا پڑتا)

حضورِ حق ـ 5 ـ (IV)

شبِ ایں انجمن آراستم من
چو مہ از گردشِ خود کاستم من
حکایت از تغافل ہاے تو رفت
ولیکن از میاں برخاستم من

ترجمہ تشریح حالیہ مغربی صہیونی طاقتوں کی عالمی اقتدار کی انجمن آرائی (کاروباری مشاغل، علمی مشاغل اور حکومتی معاملات اور انتظامی وسفارتی اہل کاروں کی مصروفیات) میں میں نے بھی نظامِ عدالت ووکالت کے شعبے میں بیرسٹر بن کر حصہ لیا ہے اور اس انجمن آرائی کو خودی وخود شناس وخدا شناس کرنے کی اپنے تئیں (تنہا) بھرپور کوشش کی ہے۔ جیسے چاند (آج سے ایک صدی پہلے بجلی کی فراہمی کا نظام شاذ کے درجے میں تھا اور عام زندگی فطری تھی) رات کی محفلوں میں روشنی کا کام دیتا ہے میں نے بھی اس سامراجی انجمن آرائی میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی کوشش کی (مگر بے سود کہ سامراج کا ہر قدم کسی مخفی طاقت کے اشاروں پر شطرنج کے کھیل کی طرح ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ابلیسی مقاصد کو ہی آگے بڑھانا تھا)۔ مغربی فکر وفلسفہ اور نظامِ زندگی کی بنیاد ـــــ چونکہ خدا بے زاری اور خدا دشمنی پر رکھی گئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ نبوت ورسالت اور وحی کے 'وجود' ہی کو تختۂ مشق بنا کر انکار کر رہے ہیں۔ پیغمبر دشمنی اور قرآن دشمنی اس کے خمیر میں ہے۔ میں نے عدالتی مصروفیات کے دو عشروں میں جب دیکھا کہ یہ سامراج خدا بے زار اور وحی دشمن نظریات کی خود ساختہ بنیادوں پر مصر اور جازم ہے اور دن بدن یہ فکر پھیل کر عوامی اور عالمی بن جانے والا ہے لہٰذا میں اس ابلیسی انجمن آرائی اور سامراجی سرگرمیوں کا شاہد بننے سے بے زار ہو کر اس محفل کے نقطۂ عروج سے پہلے ہی اُٹھ کر چلا آیا ہوں۔ اس پیشے اور سامراجی ابلیسی فکر وفلسفے پر مبنی بے خدا تہذیب، بے خدا نظامِ زندگی اور بے خدا نظامِ تعلیم سے علیحدہ ہو کر لاتعلق ہو گیا ہوں ★ (اور ساری توانائیاں مسلمان اُمت کو اس ابلیسی صہیونی سامراج سے آزادی دلانے میں صرف کر رہا ہوں۔ اے اللہ! تو اس میں برکت دے اور قبولِ عام عطا فرما۔ آمین)

★ یہی بات قرآن مجید میں وارد ہے کہ کفار کی محفل میں کوئی صاحب خودی (مسلمان) موجود ہو اور وہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام ومنشا کے خلاف باتیں چل پڑیں تو بندہ خدا (مسلمان) کو وہاں سے اُٹھ جانا چاہیے ورنہ وہ انہیں جیسا ہو جائے گا۔ (النساء 140:05)

احادیث میں جسے آخرالزماں یا دورِ فتن کہا گیا ہے وہ امکانی حد تک یہی دور ہے یا پھر اس سے اگلا دور ہو سکتا ہے: پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی

کسی بھی وقت ایک آدمی آئے گا اور وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں دجال ہوں بلکہ خود کو ایک مسیحا کہہ کر پیش کرے گا اور ہماری ذہن سازی اس طور پر کی جا رہی ہے کہ ہم اس کو مسیحا ہی تسلیم کریں: ڈاکٹر محمد عارف صدیقی

دورِ فتن، دجالیت اور آخرالزماں اصطلاحات کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: آصف حمید

مرتب: ابو ابراھیم

سوال: دورِ فتن، دجالیت اور آخرالزماں اصطلاحات کی حقیقت کیا ہے؟

ڈاکٹر حماد لکھوی: یہ تین اصطلاحات بظاہر مختلف لگ رہی ہیں لیکن اصل میں ایک ہی دور کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے صرف اپنے دور کے لیے تعلیمات نہیں دیں بلکہ قیامت تک آنے والے حالات کے لیے تعلیمات دی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی بہت ساری احادیث ہیں جو آخری دور کو فتنوں کا دور قرار دیتی ہیں لیکن جب ہم اس کو آخرالزماں کہتے ہیں تو پھر اس میں وضاحت کی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ دور کب شروع ہوتا ہے اور کب تک رہے گا۔ اس کی وضاحت کے لیے پھر دجالیت کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ دجال کا فتنہ آنے والا ہے اور وہ اتنا بڑا فتنہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے ظہور تک تاریخ انسانی میں اتنا بڑا فتنہ کبھی نہیں آیا ہوگا۔ فتنہ دجال سے نبی اکرم ﷺ نے اس قدر ڈرایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوفزدہ ہوجاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات موجود ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ دجال کے حوالے سے تفصیلات بتا رہے ہوتے تھے تو ہم پر یہ خوف لاحق ہو جاتا تھا کہ دجال ابھی کہیں جھاڑیوں سے نکل آئے گا۔

بہرحال جب ہم دجال یا دجالیت کو باقی دو اصطلاحات کے ساتھ جوڑتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ آخرالزمان یا دورِ فتن ظہورِ دجال کے قریب تر کا زمانہ ہوگا۔ جب ہم اس کو پوری ترتیب سے دیکھتے ہیں تو یہ زمانہ ہمیں قیامت کے قریب تر نظر آتا ہے۔ اس زمانہ کی نشانیوں کو اکثر علماء چھوٹی، درمیانی اور بڑی نشانیوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس تناظر میں جب ہم دیکھتے ہیں تو ایک بات ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ جیسے جیسے ہم قیامت سے قریب ہوتے جائیں گے تو بڑی نشانیوں کا ظہور ہوگا اور ان بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی دجال کا ظہور ہے۔ البتہ ہم اس دور کا تعین نہیں کر سکتے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے جو فرمایا اس سے بعض اوقات ہمیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہمارا دور وہی دور ہے یا ہوسکتا ہے اگلا دور ہو۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سب سے بڑی نشانی تو اپنی آمد کو بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((انا والساعۃ کھاتین)) "میں اور قیامت کا ظہور باہم ملے ہوئے ہیں۔"

اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت قیامت کی دیواروں تک چلے گی درمیان میں کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے۔ دوسرا اس سے قُربِ قیامت کا ذکر مراد ہے۔ بہرحال پوری انسانی تاریخ کو تقسیم کر کے دیکھیں تو موجودہ دور کو آپ آخرالزماں ہی کہہ سکتے ہیں۔

سوال: آج کے دور میں دورِ فتن کی علامات کون کون سی ہیں؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: میں سمجھتا ہوں کہ ہر پہلو پر دجالیت کا اثر نظر آرہا ہے۔ اس وقت بچوں کو جو کچھ دکھایا اور بتایا جارہا ہے وہ دجل اور فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ فاسٹ فوڈ، جس پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ صحت دیتا ہے، کیا یہ دجالیت کا حصہ نہیں ہے۔ پھر انہوں نے ہمارے نظریات پر کیسے قابو پایا۔ ان کی تین بنیادی چیزیں ہیں:

1۔ جب مغربی نظامِ تعلیم ہم پر نافذ کیا گیا اس کے ذریعے انہوں نے ہمیں لادین، ملحد بنادیا اور اسلام سے دور کر دیا۔

2۔ معاشی نظام کو سود اور قرضوں میں اس طرح جکڑ دیا کہ خلافت عثمانیہ کے ٹوٹنے کی ایک بڑی وجہ اس کا قرضوں میں جکڑا جانا تھا۔ آج دنیا کا کون سا ملک ہے جو قرضوں میں نہیں جکڑا گیا۔

3۔ ذہن سازی کے لیے ان کا سب سے بڑا ٹول میڈیا ہے۔ جب ہم دجال اور دجالیت کی بات کرتے ہیں تو لوگ مذاق اڑاتے ہیں۔ یعنی اس حد تک ہمارے نظریات تبدیل ہوگئے۔ یہ سارا کچھ بتا رہا ہے کہ ہم کس طریقے سے جکڑے جا چکے ہیں۔ بلکہ غلامی کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔

دنیا بھر بشمول پاکستان میں زیادہ تر میڈیا چینلز پر "علامتی آنکھ" آپ کو نظر آتی ہے یا نہیں؟ بڑی بڑی عمارات میں آپ کو علامتی آنکھ کا منظر نظر آتا ہے یا نہیں؟ حتیٰ کہ کارٹونز اور ویڈیو گیمز میں ہمیں علامتی آنکھ دکھائی جارہی ہے۔ یہ سب آپ کو ذہنی طور پر تیار کر رہے ہیں کہ کسی بھی وقت ایک آدمی آئے گا اور وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں دجال ہوں بلکہ خود کو ایک مسیحا کہہ کر پیش کرے گا۔ اس کی مثال بل گیٹس کو لے لیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ چلانے کی مہم زور پکڑتی جارہی ہے۔ جبکہ ہمارے ممالک میں اسے مسیحا کے طور پر پورٹریٹ کیا جاتا ہے کہ وہ مختلف بیماریوں کے خلاف ہماری مدد کرتا ہے وغیرہ۔ یعنی ہم وہ دیکھتے ہیں جو میڈیا دکھاتا ہے، ہم وہ سنتے ہیں جو میڈیا سناتا ہے۔ منبر و محراب جو ہمارے پاس سننے کی ایک چیز رہ گئی تھی وہ بند کر دیے گئے۔ آج اشتہارات کا فن ہے کہ جھوٹ اتنے تواتر سے بولو کہ وہ سچ لگنے لگے۔

سوال: دجال کا ذکر منبر و محراب سے کیوں اٹھ گیا؟

ڈاکٹر حماد لکھوی: نبی اکرم ﷺ کا ایک فرمان ہے کہ: لوگوں کے اوپر کچھ سال آئیں گے جو دھوکے کے سال ہوں گے، یعنی دھوکے کا دور آئے گا۔ اب دجال اور دجالیت تو بعد کی بات ہے۔ اس سے قبل یہ دھوکے کے سال کیا ہوں گے؟ آپ ﷺ نے پھر اس کی تفصیل بتائی کہ اس میں جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔ بددیانت کو دیانت دار سمجھا جائے گا دیانت دار کو بددیانت سمجھا جائے گا۔ یعنی جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی اور سچے کی تکذیب کی جائے گی اور دیانت دار کو بددیانت قرار دیا جائے گا اور بددیانت کی دیانت داری کے چرچے کیے جائیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک بات بیان فرمائی جس میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے کہ جو لوگ معاشرے کی زبان ہوں گے، جو معاشرے کی رائے عامہ کا کام کر رہے ہوں گے وہ رویبضہ ہوں گے۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یہ رویبضہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ احمق (اپنی ذات سے ناواقف) لوگ ہوں گے جو پوری دنیا کے معاملات پر بات کر رہے ہوں گے لیکن اپنے بارے میں انہیں کچھ پتا نہیں ہوگا۔ اس حدیث کو موجودہ دور پر اپلائی کریں تو سب کچھ واضح ہو جائے گا۔ آج ایک اینکر ٹی وی پر بیٹھ کر پوری دنیا کے سارے موضوعات پر ماہرانہ گفتگو کرتا ہے اور رائے عامہ کو ہموار کرتا ہے لیکن خود اس کی اپنی ذات، اس کے کردار کو کوئی نہیں دیکھتا کیونکہ اس کو الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کا ہتھیار میسر ہے۔ اسی بات کو نبی اکرم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں یوں بیان فرمایا: قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ بات کھل جائے گی اور عمل سکڑ کر رہ جائے گا۔ یعنی باتیں بہت ہوں گی۔ ہر بندہ جس سے مرضی تقریر کروالو، ٹاک شو کروالو، باتیں کرنے والے بہت ہوں گے۔ لیکن عمل کو لپیٹ لیا جائے گا، اس دور کو آپ دجالی دور یا فتنہ کا دور کہہ سکتے ہیں۔ اس دور میں نظام تعلیم رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے اور نسلوں کو سنوارنے کے لیے بہت بڑا ذریعہ ہے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس قوم میں جو پڑھا جا رہا ہوگا وہ المسنات ہوگی اور ان میں سے کوئی بھی ایک آدمی ایسا نہیں ہوگا جو اس کو برائی کہے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! یہ المسنات کیا ہے؟ یعنی اس دور میں کیا پڑھا جا رہا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں اللہ کی کتاب کے علاوہ سب کچھ پڑھا جا رہا ہوگا۔ یعنی الہامی راہنمائی کے علاوہ کہیں اور سے راہنمائی لے کر لکھا اور پڑھا جا رہا ہوگا وہ سارا المسنات ہے۔ ہم اپنا جائزہ لے سکتے ہیں کہ اس وقت ہم نظریات، inspiration، نظامِ تعلیم، نصاب تعلیم کہاں سے لے رہے ہیں۔ ان چیزوں سے ہم قوم کی تعمیر نہیں بلکہ تخریب کر رہے ہیں اور امت کی تعمیر کا خواب اس المسنات سے نہیں ہو سکتا، جب تک ہم اس کو الہامی راہنمائی سے نہیں جوڑیں گے۔

سوال: اس وقت کورونا وائرس کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے لیکن دوسری طرف دجال، دجالیت کے موضوع کو کیوں اہمیت نہیں دی جا رہی؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: اس کے دو تین پہلو ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہم اس وقت کارپوریٹ دنیا میں جی رہے ہیں۔ کارپوریٹ دنیا اس بات کو، اس نظریے کو، اس شخصیت کو، اس کتاب کو، اس قدر کو پروموٹ کرتی ہے جو کارپوریٹ سیکٹر کو فائدہ دے سکے۔ کیا وجہ ہے کہ عالمی بیماری کے اس دور میں ایک سال میں تیس امریکی کھرب پتی لوگوں کی آمدنی میں تیس فیصد اضافہ ہو گیا اور 67 اسرائیلی سرمایہ دار اپنی آمدنی میں تیس سے پچاس فیصد اضافہ کر گئے جبکہ پوری دنیا کی اکانومی پچاس فیصد ڈاؤن ہو گئی۔ ظاہر ہے اس کے پیچھے کچھ عناصر تھے۔ اب ویکسین کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اس کے پیچھے بھی تقریباً ایک ارب فراڈ ہے۔ اس میں سارا کارپوریٹ سیکٹر ملوث ہے۔ یعنی جس چیز میں کارپوریٹ سیکٹر ملوث ہوگا اس چیز کو مختلف اینگل سے پروموٹ کیا جائے گا، اسے ٹاک آف ٹن بنایا جائے گا خواہ اس کے بارے میں منفی بات کی جائے یا مثبت بات کی جائے مگر وہ پبلک ٹاک بن جائے گا۔ ہمارے موضوع یعنی دجال اور دجالیت کا تعلق کارپوریٹ دنیا سے نہیں ہے۔ بلکہ ہماری گفتگو کارپوریٹ دنیا کے خلاف ہے۔ انہوں نے اپنے کارپوریٹ سیکٹر کو خدا کا درجہ دیا ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میڈیا اور تعلیمی اداروں کے ذریعے لوگوں کی ذہن سازی کر دی گئی ہے۔ لیکن لوگوں کا ذہن یہ بنا دیا گیا ہے، جیسے صہیونیوں نے کروسیڈرز کا ذہن بنایا تھا، کہ اینٹی کرائسٹ نے آنا ہے جو تمہارے فائدے کے لیے ہے۔ حالانکہ اس نے کسی اور کے لیے آنا ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ ذہن بنا کر عیسائیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ورنہ ان کے درمیان تو شدید دشمنی چل رہی تھی۔ اسی طرح ہمارے لوگوں کی ذہن سازی ہو چکی ہے۔ پھر ہمارے گھروں کا ماحول کیا ہے۔ ہم گھروں میں کیا چیزیں دکھا رہے ہیں اور کیا چیزیں بچوں کو سکھا رہے ہیں اور ہماری گفتگو کس طرز کی ہے۔ ہم بچوں کو سکول جانے کے لیے اٹھاتے ہیں یا نماز کے لیے؟ نہاتے دھوتے سکول جانے کے لیے ہیں یا نماز کی تیاری کے لیے؟ ہماری گفتگو ایک خاص طرح کا ماحول بناتی ہیں جس میں ہمارا دین مائنس پر جا چکا ہے جب دین ہی نہیں رہا تو پھر دین سے متعلقہ چیزیں کہاں سے آئیں گی۔ اسی طرح الحاد کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث کو ان بدبختوں نے کٹہرے میں لا کر کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اِن موضوعات پر وہ بات کرتا ہے جو اس کا اہل نہیں ہے۔ جب میں احادیث کے اصول کو نہیں جانتا تو پھر مجھے اس پر بات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن ہم نے ان چیزوں کو سب سے سستا سمجھ لیا۔ جس آدمی نے انجینئرنگ کر لی، جو آدمی ایم بی بی ایس کر کے ڈاکٹر بن گیا، جو آدمی CA کر کے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بن گیا یا جو آدمی بینک آفیسر بن گیا ہم نے سمجھا کہ یہ پڑھا لکھا آدمی ہے اور اس کی رائے بڑی اہم ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس کی رائے دینی معاملات میں بھی اہم ہے؟ اس طرح سے ہمارے دین پر ضربیں لگائی گئیں چنانچہ ہم نے ان چیزوں کو بھلا دیا۔ ہوتا یہ ہے کہ ہمارا بچہ ہم سے کوئی سوال کرتا ہے تو ہمیں اس کا جواب نہیں آتا اور نہ ہی ہم کسی عالم سے پوچھتے ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے بچے کو الٹا سیدھا جواب دے کر مطمئن کر دیتے ہیں۔ یہی اب مزاج بن گیا۔

سوال: اہل الرائے سے کیا مراد ہے اور عالم کون ہیں؟

ڈاکٹر حماد لکھوی: عالم وہ ہوگا جو علوم نبوت سے روشناس ہوگا اور نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے علم کے ساتھ اس کی علمی نسبت ہوگی۔ اگر اس کی نسبت اس کے ساتھ نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ راہنمائی وہاں سے نہیں لے رہا۔ اسی طرح عمل بغیر علم کے نہیں ہوتا اور علم بغیر عمل کے نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر H_2O پانی کا فارمولا ہے۔ اس پر جو بھی بات کرے گا وہ کیمسٹری میں اپنی سند دکھائے گا۔ لیکن قرآن وحدیث کو لوگوں نے ایسی چیز سمجھ لیا ہے جس کے بارے میں ہرا یرا غیرا بات کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیمسٹری اور فزکس کی سائنس اتنی پریسائز نہیں جتنی حدیث کی سائنس پریسائز ہے۔ لیکن جن کو حدیث کا بالکل ہی علم نہیں وہ بھی اعتراض کرنے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ دین کے اعتبار سے ہم عالم کس کو کہیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟﴾ (آل عمران:19)

''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے پاس دین کا علم جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے اور آپ ﷺ کو 23 برس سکھایا۔ پھر آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر گواہی لی کہ کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟ پھر اللہ سے گواہی لی کہ **اللھم اشھد**۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ((فلیبلغ الشاھد الغائب)) (صحیح بخاری)

یعنی جو موجود ہیں وہ ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔ اب وہ علم نبی اکرم ﷺ سے اب تک پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا آج اگر میرے علم کی نسبت اس علم کے ساتھ ہے تو پھر میرا علم مستند ہے اور اگر میرے علم کی اس سے کوئی نسبت نہیں ہے اور میں اُردو کی چار کتابیں پڑھ کر کہوں کہ میں عالم ہوں تو یہ میری غلط فہمی ہے اور لوگوں کی بھی غلطی ہے جو مجھے عالم سمجھ بیٹھیں۔ عالم ہونے کے لیے بھی سند کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے یہی بات فرمائی تھی کہ اسناد ہی علم ہے اور اگر یہ سند کا معاملہ نہ ہوتا تو پھر جو چاہتا کہتا پھرتا۔ لہٰذا دین کے بارے میں بات کرنے کا اہل وہی ہے جس کی علمی نسبت شرعی علم کے ساتھ ہے اور اس کو سند حاصل ہے۔ پھر اس کا عمل بھی علم کے مطابق ہونا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قربِ قیامت میں کوئی شخص ہواؤں میں بھی اڑتا ہوا نظر آجائے تو اس کو اللہ والا نہیں سمجھنا بلکہ اس کے عمل کو دیکھنا ہے۔ اگر اس کا عمل واقعتاً آپ کو سنت کے مطابق لگتا ہے تو پھر آپ سمجھ لیں کہ اس کا علم بھی ٹھیک ہوگا۔ اگر اس کا ظاہری عمل سنت کے مطابق نہیں ہے اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے ساتھ اس کی کوئی نسبت نہیں ہے تو آپ سمجھ لیں کہ اس کا علم بھی حقیقی اور دینی نہیں ہے۔ اس میں ایک اور حدیث بھی نوٹ کر لیں۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے، جبکہ میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا، اس ڈر سے کہ کہیں وہ مجھے آ نہ لے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! بے شک ہم جہالت اور شر میں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر سے نوازا، کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، مگر اس میں دخن (غبار) ہوگا، میں نے عرض کیا: اس میں غبار کیسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے لوگ ہوں گے جو اس ہدایت کے علاوہ کسی اور ہدایت کے تحت حکومت کریں گے، تم ان میں اچھے اور برے، دونوں اعمال دیکھو گے۔ یعنی اگر ہم نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی راہنمائی لے کر نہیں چل رہے تو پھر ہم دخن والے دور میں ہیں۔ اگر یہ والا شر دخن ہے تو اس کی نشانی آپ ﷺ نے یہ بتائی کہ اس دور کے داعی جہنم کے دروازوں کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ ہم خیر والے دخن میں بھی ہیں یا اس کے بعد والے شر میں ہیں یہ اللہ ہی جانتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نبویؐ راہنمائی کے ساتھ جڑیں۔ اگر اس کے ساتھ جڑیں گے تو پھر ہمیں دورِ فتن کی مشکلات کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور ہمارا ایمان مضبوط ہوگا اور آخری معرکہ بھی ایمان اور مادیت کا معرکہ ہونا ہے۔ لہٰذا اس وقت تمام دنیا کے مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ ایمان کا ہے۔ ہمارا ایمان کمزور کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہمارا عمل بھی بگڑ گیا ہے۔

سوال: موجودہ دور میں دجالیت کی علامات کون کون سی ہیں؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: تاریخی طور پر دیکھیں تو جب بھی حق و باطل کا معرکہ ہوا تو اس میں باطل نے ہمیشہ اسباب کا سہارا لیا ہے اور اگر حق کامیاب ہوا تو اسباب کی بنیاد پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر بھروسا کی وجہ سے کامیاب ہوا۔ مسبب الاسباب پر بھروسا کے لیے بنیادی چیز ایمان ہے اور ایمان پر جب بھی حملہ ہوا تو بے حیائی کے ہتھیاروں سے ہوا۔ کیونکہ حیا نہ رہے تو ایمان بھی نہیں رہتا۔ پھر ایمان کے لیے پاکیزگی اور نیک کردار اہم ہیں۔ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ وہ صرف پاکیزہ ذہنوں میں رہتا ہے، قرآن کا مزاج یہ نہیں کہ وہ زیادہ دیر ناپاکیزہ ذہنوں میں ٹھہر جائے۔ مغرب نے میڈیا، فیمنزم کے ذریعے ہمارے ذہنوں کو آلودہ کرنا شروع کیا، اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی نسل کشی جاری ہے کیونکہ بڑی طاقتوں کا ایجنڈا ہے کہ دنیا کی آبادی کو کم کرنا ہے۔ جب آپ ہم جنس پرستی کی شادیاں اور ٹرانس جنڈر کو پروموٹ کریں گے تو آبادی خودبخود کم ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ دجالیت کے ایجنڈے کے مطابق چل رہا ہے۔ پھر گزشتہ تین سال سے عورت مارچ کے نام پر جو طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا جس میں رشتوں، خاندانی نظام، عفت و عصمت کی دھجیاں اڑائی گئیں۔

عورت مارچ میں توہین آمیز نعرے اس لیے لگائے جاتے ہیں کہ اس کے مخالف کوئی ایسا جذباتی قدم اُٹھا دیں جس کے نتیجہ میں توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کے لیے پاکستان پر دباؤ ڈالا جائے اور اسے گرے سے بلیک لسٹ میں ڈالا جائے۔

سوال: آج کے دور میں فتنے اور دجالیت سے بچاؤ کیسے ممکن ہے؟

ڈاکٹر حماد لکھوی: اس وقت بہت سارے فتنے ایسے ہیں جن سے ہم نہیں بچ سکتے لیکن اس کے بارے میں بھی نبی اکرم ﷺ نے ایک طرزِ عمل بتایا ہے۔ ہم اس نبوی راہنمائی کے ذریعے ہی ان فتنوں سے بچ سکتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

''تو یہ لوگ اب کس چیز کے منتظر ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ آ دھمکے ان پر اچانک؟ پس اس کی علامات تو ظاہر ہو ہی چکی ہیں۔ تو جب وہ ان پر آ دھمکے گی تو اُس وقت ان کا نصیحت حاصل کرنا کس کام کا ہوگا؟'' (سورہ محمدؐ:18)

اس کا مطلب ہے کہ فتن کے بیان میں نبی اکرم ﷺ کی ایک ایک حدیث اور اس کا ایک ایک پہلو نصیحت پکڑنے کے لیے ہے۔ اگر ہم نے دجالیت کے فتنے سے بچنا ہے تو نبی اکرم ﷺ کی راہنمائی میں وہ بے شمار پہلو موجود ہیں جن کا تعلق ہمارے ایمان، فقہی مسائل، اطاعت، رجائیت اور امید، عقیدہ آخرت اور ہمارے ایمانیات کے ساتھ ہے۔ ہمیں آپ ﷺ کی راہنمائی کو سامنے رکھ کر آگے بڑھنا ہوگا۔ حیا کے حوالے سے آپ ﷺ کی راہنمائی بڑی واضح ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اس وقت میڈیا کے سارے ذرائع مبادیات زنا ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پہلا زنا تو آنکھیں کرتی ہیں۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں، زبان زنا کرتی ہے، کان زنا کرتے ہیں۔ گویا بدکاری کے سارے مبادیات پہلے ہو چکے ہوتے ہیں اور آخر میں شرم گاہ یا تصدیق کرتی ہے یا تردید کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں ان مبادیات سے بھی بچنا ہے۔ آج اگر ہم میڈیا بشمول سوشل میڈیا سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں تو بے حیائی کے سارے حملوں سے ہم بچ سکتے ہیں۔ صرف آگاہی سے نہیں بچا جا سکتا بلکہ ان ٹولز کو بھی ہمیں اختیار کرنا پڑے گا تاکہ دجال کے بڑے فتنے سے ہم اپنے آپ کو بچا سکیں۔ نبی اکرم ﷺ کی ایک ایک بتائی ہوئی بات ہمارے لیے راہنمائی بھی ہے اور اس میں مستقبل کے لیے وہ حکمت عملی موجود ہے جو ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر پوری امت مسلمہ کو اس راستے پر رکھ سکتی ہے جو قیامت کی دیواروں تک ہدایت کا راستہ ہے۔

❀❀❀

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (vii)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

سود کی حرمت و شناعت

اسلام نے سرمائے پر جو پابندیاں عائد کی ہیں‘ ان میں ایک درجہ بندی ہے۔ سرمائے کی مادر پدر آزادی یہ ہے کہ: (i) سرمایہ محض بطور سرمایہ earning agent ہو یعنی بغیر کسی محنت کے صرف سرمایہ ہونے کی حیثیت سے کمائی کا ذریعہ بنے (ii) سرمایہ اپنا تحفظ بھی چاہے (iii) پھر وہ نقصان کا risk لینے کو تیار نہ ہو‘ صرف نفع مانگے (iv) اور نفع بھی ایک معین سطح پر مانگے۔ یہ چار عناصر سود اور ربا کے اجزائے لاینفک ہیں‘ جسے اسلام نے اس درجے حرام کیا ہے کہ کسی اور شے کی حرمت ایسی نہیں ہے۔ یعنی یہ کڑوی گولی نہیں گولہ ہے‘ جس کو ھَنِیْئًا مَرِیْئًا ہم سب کھا رہے ہیں‘ پی رہے ہیں‘ مچھلیوں کی مانند اس میں تیر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اگر کوئی انسان سود سے بچ بھی جائے گا تو سود کے دھوئیں سے نہیں بچ سکے گا۔ suspension فضا میں موجود ہے تو آپ لامحالہ اسے inhale کریں گے۔ یہ سود اتنی بڑی لعنت ہے‘ اتنا بڑا گناہ ہے کہ زنا سے بھی بڑھ کر ہے۔ آپ یوں سمجھئے کہ عقائد میں شرک اور اعمال میں سود سب سے بڑا گناہ ہے۔ قرآن کے سب سے بڑے رمز شناس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے سود کی حرمت بیان کرنے کے لیے جو انداز اختیار کیا وہ ہماری ذہنی سطح سے قریب تر ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

((اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ)) (ابن ماجہ)

’’سود کے ستر حصے ہیں‘ ان میں سب سے ہلکا اس کے مساوی ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔‘‘

اس سے ایک دفعہ آدمی لرز جاتا ہے بلکہ طبیعت اِبا بھی کرتی ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی بات کیوں کہی‘ یہ اندازِ تعبیر آپ نے کیوں اختیار کیا۔ اس حوالے سے یہ بات نوٹ کر لیں کہ سود کی قباحت‘ اس کی شناعت‘ اس کی خباثت کا جو تاثر دینا مقصود تھا وہ اس کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو بہت سے گناہوں سے طبعی نفرت ہوتی ہے۔ خصوصاً ہمارے ہاں ایک نام نہاد ’’دیندار‘‘ مگر اصلاً ’’کاروباری‘‘ طبقہ کو نماز روزے سے بڑی دلچسپی ہے‘ حج کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے اور دارالعلوم و مساجد بظاہر قائم ہی ان ہی کے بل بوتے پر ہیں‘ شراب سے ان کو بڑی نفرت ہے اور اگر اس پر زنا کا اضافہ ہو جائے تو گویا قیامت آ گئی‘ مگر ان کو سود سے کوئی نفرت نہیں اور وہ بڑے ذوق و شوق سے سودی کاروبار کرتے ہیں۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے یہ اندازِ تعبیر اختیار فرمایا تا کہ واضح ہو جائے کہ سود معاشرتی برائی ہونے کے اعتبار سے زنا کی بدترین صورت (یعنی ماں کے ساتھ زنا) سے بھی ستر گنا زیادہ بھیانک ہے۔

اس اندازِ تعبیر کی مثال قرآن مجید میں بھی موجود ہے کہ غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت نوچنے سے تعبیر کیا گیا ہے: ﴿اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ط﴾ (الحجرات:12) ’’کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس کو ناپسند کرتے ہو‘‘۔ آدمی کی طبیعت ایک دفعہ اِبا کرتی ہے کہ کیسی تمثیل دی گئی ہے‘ کوئی شخص اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا‘ لیکن اخلاقی میدان میں کسی کی غیبت بالکل اس کے مساوی ہے جیسے ایک مردہ اپنے گوشت کا دفاع نہیں کر سکتا‘ ایسے ہی جو شخص موجود نہیں ہے وہ اپنی عزت کا دفاع نہیں کر سکتا اور آپ اس کی غیبت کر رہے ہیں۔ وہ موجود ہو پھر اس کی برائی کر کے دیکھئے‘ وہ اپنا دفاع کرے گا۔ چنانچہ غیبت درحقیقت مساوی ہے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے۔ اسی طرح طبعی طور پر ہمیں سود سے وہ نفرت نہیں ہے‘ لیکن زنا کا لفظ بھی ایک شائستہ آدمی زبان سے بار بار کہتے ہوئے اچھا محسوس نہیں کرتا‘ کجا یہ کہ ماں سے زنا کی بات کی جائے۔ تو گویا سود اشد الحرام اور ابغض الحرام ہے۔ طلاق کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ((اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللہِ الطَّلَاقُ)) یعنی حلال چیزوں میں اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے‘ جبکہ سود تو حرام میں بھی ابغض الحرام ہے۔

اسلام کا نظریہ قدرِ زائد

دنیا میں قدرِ زائد (surplus value) کا تصور بہت عام ہے‘ خاص طور پر مارکس کے نظریے میں۔ قرآن مجید نے قدرِ زائد کے لیے ایک لفظ استعمال کیا ہے ’’عفو‘‘ یعنی جو تمہاری ضرورت سے زائد ہے۔ اس عفو کا مصرف کیا ہے؟ آپ سادہ ترین مثال کو سامنے رکھیے اسی سے باتیں سمجھ میں آتی ہیں اور پھر اس سے پیچیدہ گتھیاں حل ہوتی ہیں--- فرض کیجیے کہ آپ سرکاری ملازم ہیں‘ آپ کو تنخواہ مل رہی ہے جس سے آپ کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور کچھ آپ بچت کر رہے ہیں۔ وہ بچت جس پر آج بڑا زور دیا جا رہا ہے اور بینکنگ کا پورا نظام اسی کے فلسفے پر اور اسی کی تبلیغ پر چل رہا ہے کہ بچت کرو اور بچت کو پھر کہیں invest کرو۔ آپ کے پاس جو بچت اور فاضل سرمایہ ہے وہ ’’عفو‘‘ ہے۔ اب اس کے دو مصرف ہیں۔

ایک یہ کہ آپ اسے اللہ کی رضا کے لیے خرچ کر دیں۔ جیسے قرآن نے فرمایا: ﴿یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط﴾ ’’(البقرۃ: 219) ’’وہ آپ (ﷺ) سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ (آپ) کہہ دیجیے: جو ضرورت سے زائد ہو‘‘۔ ☆ یعنی آپ ضرورت سے زائد ان کو دے دیجیے جو ضرورت مند ہیں‘ اس لیے کہ یہ تو ان کی ہی ملکیت تھا۔ یہ میں روحانی نظام کی بات کر رہا ہوں کہ یہ درحقیقت انہی کا حق تھا‘ تمہیں تو صرف آزمانے کے لیے دے دیا گیا تھا۔ اگر یہ نہیں کر سکتے‘ اتنا ترفع ممکن نہیں ہے‘ تمہاری ہمت کی نسبت سے اونچائی کچھ زیادہ ہے تو چلو کسی کو قرضِ حسن کے طور پر دے دو۔ کسی شخص کے پاس سرمایہ نہیں ہے تو آپ اسے قرضِ حسنہ دے دیں‘ اس سے وہ اپنے لیے ایک باعزت معاش پیدا کر سکتا ہے۔ اسے اگر اتنی سی بھی پونجی مل جائے کہ وہ چھابڑی لے کر چل پڑے یا کوئی کھوکھا لگا

لئے کوئی دکان بنالے تو اسے دے دو اور پھر کچھ عرصہ بعد اپنا اصل زر واپس لے لینا۔ یہ دوسرے درجے میں روحانی ترغیب ہے۔ تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ اگر تم اپنی اس بچت کو بھی مزید کمائی کا ذریعہ بنانا چاہتے ہو تو قانونی نظام میں اس کا جواز موجود ہے۔ آپ اوپر نہیں جانا چاہتے، پستی ہی کی طرف توجہ رکھنا چاہتے ہیں تو قانونی سطح پر اس کے لیے بھی ایک جواز موجود ہے۔ کمزور لوگوں کو بھی شریعت میں accomodate کیا گیا ہے اور ان کے لیے مضاربت کا راستہ کھول دیا گیا ہے۔ آپ اپنا سرمایہ کسی بھائی کو دو‘ وہ کام کرے گا‘ نقصان ہو گیا تو پورے کا پورا آپ کو برداشت کرنا ہوگا‘ اس لیے کہ تمہارا تو یہ زائد مال ہے جبکہ وہ تمہارے سرمائے سے صرف اس لیے کام کر رہا ہے کہ اس کے پاس سرمایہ نہیں ہے‘ اس لیے وہ مال اس کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اگر نقصان ہوگا تو کلیتاً تمہارا ہوگا۔ ہاں اگر نفع ہو جائے تو اس میں سے کچھ حصہ تم بھی لے سکتے ہو‘ یہ جائز ہے‘ حلال ہے‘ البتہ پہلے دو درجوں کے مقابلے میں پسندیدہ نہیں ہے۔ اگر آپ اس سے بھی نیچے جائیں گے تو یوں سمجھئے کہ آپ نے اپنے لیے جہنم کا انتخاب کر لیا---- یعنی آپ کسی کو اپنا سرمایہ دے کر کہیں کہ یہ میرا سرمایہ ہے تم کام کرو‘ مجھے اس سے غرض نہیں کہ تمہیں نفع ہو‘ نقصان ہو یا پوری رقم ڈوب جائے‘ میں نے تمہاری گردن پکڑ کر اپنا پیسہ نفع سمیت وصول کر لینا ہے۔ یہ سود ہے جو حرام مطلق ہے۔

مزارعت

میں عرض کر چکا ہوں کہ اسلام نے قانونی اور فقہی سطح پر مضاربت کو جائز قرار دے کر کم ہمت طبائع کو accomodate کیا ہے۔ ایک شخص کی محنت اور ایک کا سرمایہ‘ ان کے امتزاج کا نام مضاربت ہے۔ نقد کے اوپر تو دو اور دو چار کی طرح بات واضح ہو گئی کہ نقصان ہوا تو سرمایہ دار برداشت کرے گا اور نفع ہوا تو برابر کے شریک ہوں گے۔ اب اس اصول کو زمین پر لائیے جو سب سے بڑا اور سب سے قدیم ذریعہ پیداوار ہے۔ جیسے مال کا حق ملکیت ہے ایسے زمین کا بھی ہے‘ کھیت کا بھی ہے۔ اب یہاں ایک صورت یہ ہے کہ آپ اپنی زمین خود کاشت کیجیے‘ یہ تو سب سے اعلیٰ صورت ہے۔ یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھیے کہ قرآن مجید میں تجارت کے ساتھ ﴿عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (النساء: 29) ’’وہ (تجارت) باہم رضامندی سے ہو‘‘ کی شرط عائد کی گئی ہے۔ آپ مل جل کر باہمی رضامندی سے اپنا سرمایہ بھی جمع کر لیں‘ محنت بھی جمع کر لیں تو یہ صورت بھی ٹھیک ہے اور بہت عمدہ شراکت ہے۔ لیکن یہ شراکت اگر زبردستی ہوگی تو پھر آزادی والی بات ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح زمین میں شراکت کیجیے‘ collective farming کیجیے اور مل جل کر محنت کیجیے تو یہ ٹھیک ہے‘ مگر اصل مسئلہ وہاں ہے جہاں سرمایہ کسی کا ہے اور کاروبار کوئی اور کر رہا ہے‘ محنت کوئی اور کر رہا ہے۔ اس میں مضاربت تک بہرحال جائز ہے‘ اس سے آگے کا معاملہ سود ہے۔

اسی طرح کا معاملہ مزارعت کا ہے کہ زمین کسی کی‘ کام کوئی اور کرے۔ اس کی جو صورت ’’غیر حاضر زمینداری‘‘ کی ہے یعنی زمین میری ہے باقی سارا کام آپ نے کرنا ہے‘ بیج آپ کا‘ بیل آپ کے‘ ٹریکٹر آپ کا‘ محنت آپ کی‘ میں دعویٰ سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن میرے مطالعہ کے مطابق یہ شے تو سب کے نزدیک مطلق حرام ہے‘ اس لیے کہ یہ تو خالص سود ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مزارعت کی ہر شکل حرام ہے‘ جبکہ امام شافعی ؒ کی بھی رائے کھلے کھیت کے بارے میں بہت حد تک وہی ہے۔ یہ جو مزارعت کے جواز کا معاملہ ہوا ہے یہ فقہ حنفی میں صاحبین نے اضافی شرطیں لگا کر کیا ہے کہ مالک بیج بھی لگائے اور اس کی کچھ اور بھی investment ہو تاکہ اگر کوئی نقصان ہو‘ فصل خراب ہو جائے تو سارا بوجھ صرف اس مزارع پر نہ آئے بلکہ مالک کا بھی تو کچھ نقصان ہو۔

یہاں یہ بھی غور کیجیے کہ یہ مضاربت کی صورت بن ہی نہیں سکتی‘ اس لیے کہ مضاربت میں تو سارا نقصان رب المال کا ہوتا ہے جبکہ مزارعت میں سارا نقصان زمین والے کا ممکن ہی نہیں۔ اس کی زمین تو جوں کی توں قائم رہے گی۔ ایک فصل ہی گئی ہے نا‘ جبکہ مضاربت میں تو سرمایہ بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ زمین میں یہ تو نہیں ہوتا کہ دس ایکڑ تھی اب نو ایکڑ رہ گئی یا آٹھ ایکڑ رہ گئی یا بالکل ختم ہو گئی۔ تو مضاربت کے ساتھ اس کی پوری پوری مشابہت ہو ہی نہیں سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا معاملہ انتہائی مشکوک ہے اور یہ میں ہلکا ترین لفظ (مشکوک) استعمال کر رہا ہوں‘ حالانکہ یہ قریب تر ہے سود کے اور اگر یہ اصول پیش نظر رہے کہ ’’دَعُوا الرِّبَا وَالرِّيبَةَ‘‘ یعنی ربا کو بھی چھوڑ دو اور ہر اس شے کو بھی جس میں ربا کا شبہ ہو تو پھر اس کے قریب بھی نہیں پھٹکنا چاہیے۔

مولانا محمد طاسین نے ’’مروجہ نظامِ زمینداری اور اسلام‘‘ کتاب تصنیف کر کے علماء کی طرف سے ایک بہت بڑا فرضِ کفایہ ادا کیا ہے اور ایک حجت قائم کر دی ہے۔ فقہ حنفی میں اس کے جواز کا فتویٰ ہے اور عام آدمی بھی اس کے خلاف سننے کے لیے بالکل تیار نہیں ہے تو ظاہر بات ہے کہ زمیندار کیسے سنے گا؟ میں نے ضیاء الحق مرحوم کی ’’مرحومہ شوریٰ‘‘ جوان سے کافی پہلے مرحومہ ہو چکی تھی‘ میں نے کہا کہ کم از کم ایک کمیشن بنایئے جس میں جید علماء اور بندوبست اراضی کے ماہرین شامل ہوں اور وہ بیٹھ کر نیا بندوبست اراضی طے کریں کہ شریعت کا تقاضا اور منشا کیا ہے‘ ہمارا دین کیا چاہتا ہے؟ اُس وقت ایک بہت بڑے زمیندار نے کہا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں‘ ہم تو سب حنفی ہیں اور حنفی ہونے کے ناطے مزارعت بالکل جائز ہے۔ میں نے ان سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مزارعت حرام مطلق ہے؟ کہنے لگے ہمیں نہیں معلوم‘ لیکن حنفی فتویٰ مزارعت کے جواز میں موجود ہے۔

میں نے اسلام کے فلسفے کے حوالے سے دو اصول بیان کیے ہیں‘ ایک یہ کہ سرمائے کو پابند کرنے کی کوشش کرنا اور دوسرا یہ کہ محنت کو تحفظ (protection) فراہم کرنا اور محنت ہی کو اصل شے قرار دینا۔ اگرچہ پروڈکشن میں سرمایہ لازم رہے گا کہ زمین کے بغیر تو کھیتی نہیں ہوگی۔ چنانچہ کچھ نہ کچھ سرمایہ آپ کو ہر کاروبار کے لیے درکار ہے۔ اب یہ بحث کہ سرمایہ پہلے تھا یا محنت پہلے تھی‘ محنت نے سرمائے کو جنم دیا یا سرمائے نے محنت کو جنم دیا‘ یہ میرے نزدیک بڑی دقیق فلسفیانہ بحث ہے‘ جو ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ البتہ یہ بات نوٹ کر لیں کہ کسی بھی پیداواری مرحلے میں یہ دونوں چیزیں لازماً لگیں گی۔ اس میں بس زور (emphasis) اس بات پر ہے کہ سرمائے کے ہاتھ ذرا باندھے رکھو اور یہ بہت بڑا جن ہے اس کو بوتل کے اندر بند رکھو‘ قابو رکھو ورنہ یہ آکاس بیل بن کر پورے معاشرے کے اوپر چھا جائے گا۔ سرمائے کے تحفظ کا منطقی نتیجہ ارتکاز و احتکار کی صورت میں نکلتا ہے اور یہ سرمائے کا ایک ننگا کھیل ہے۔

اسلام سرمائے کے بجائے محنت کو تحفظ دیتا ہے جبکہ سرمایہ داری میں زیادہ تحفظ سرمائے کو دیا جاتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں سرمائے کے تحفظ کی مختلف شکلیں ہیں۔ (جاری ہے)

❀❀❀

رمضان المبارک کیسے گزاریں!

خورشید انجم

رمضان کا مبارک مہینہ ان شاء اللہ جلد ہی سایہ فگن ہونے والا ہے۔ معلوم نہیں کہ اگلے سال یہ مبارک مہینہ کسے نصیب ہوتا ہے اور کسے نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس مبارک مہینہ کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں۔

رمضان المبارک کی عبادات ایک ایسا سلسلہ ریاضت ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے انسان نفس اور شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ انسان کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسے تقویٰ کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ کی عبادت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور نتیجتاً آئندہ کی زندگی سنور جاتی ہے۔ لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب رمضان کو اس کی حقیقی روح کے مطابق بسر کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”جس نے رمضان بھر کے روزے رکھے، اس کی حدود کو پہچانا اور جن چیزوں سے بچنا تھا۔ ان سے بچا، تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔“ (ابن حبان)

ہمیں درج ذیل امور سے ہر حالت اور ہر وقت اجتناب کرنا چاہیے اور رمضان میں خاص طور پر اس سے پرہیز کریں تاکہ رمضان کی برکات کو ضائع نہ کریں۔

(1) جھوٹ، غیبت اور چغلی وغیرہ: حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”جس نے روزے میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے“ (ترمذی)

(2) دوسروں سے جھگڑنا: رمضان المبارک صبر کا مہینہ ہے۔ جہاں ہمیں کھانے پینے پر صبر کرنا ہے۔ وہیں اپنے مزاج پر بھی صبر کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ”جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ تو فحش گوئی کرے اور نہ ہی شور و غل مچائے۔ اگر کوئی دوسرا اسے گالی دے یا لڑنے کی کوشش کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔“ (صحیح بخاری)

(3) سحر و افطار میں اسراف: رمضان المبارک میں زیادہ کھانے پینے سے انسان اس کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ رمضان تو کم کھانے کا مہینہ ہے تاکہ انسان کا نفس کمزور ہو کر اس کا مطیع ہو جائے۔

(4) لغویات سے لطف اندوز ہونا: حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ روزہ صرف اسی کا نام نہیں کہ انسان کھانے پینے سے رکا رہے۔ بلکہ روزہ جھوٹ، فضول اور لغو (لایعنی) کاموں سے بھی بچنے کا نام ہے۔ لیکن افسوس ہم ”روزہ بہلانے یا گزارنے“ کے لیے بہت سارے لغو کاموں مثلاً لڈو، کیرم بورڈ، تاش وغیرہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے روزہ کی توہین ہے۔

(5) بے پردگی اور بدنظری: قرآن میں پردے اور نظروں کو جھکا کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر روزہ رکھ کر انسان بے پردگی اور بدنظری سے نہ بچے تو اس کا یہ عمل اسے اجر و ثواب سے محروم کر سکتا ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے بدنظری کرنے والے پر اور اس عورت پر جو اپنے آپ کو بدنظری کے لیے پیش کرے۔ دونوں پر اللہ کی لعنت کی ہے۔

اسی طرح رمضان المبارک کو بابرکت بنانے والے درج ذیل امور کو زیادہ سے زیادہ اختیار کرنے کی کوشش کیجیے:

(i) قرآن حکیم سے تعلق قائم کرنا: رمضان المبارک میں کم از کم ایک قرآن مجید کی تلاوت ضرور مکمل کیجیے۔ مزید برآں قرآن حکیم کے معنی و مفاہیم سے آگاہی کے لیے ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ بھی کریں۔ درس اور دورۂ ترجمہ قرآن کی محفلوں میں شرکت کریں۔ بفحوائے حدیثِ نبوی ﷺ رمضان کی راتوں میں قرآن کے ساتھ جاگنے والے کے حق میں قرآن سفارش کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول فرمائیں گے۔

(ii) حصول مغفرت کی سعی و جدوجہد: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو (یعنی وہ شخص برباد ہو جائے) جو رمضان کا مہینہ پائے اور پھر بھی اپنی مغفرت نہ کرا سکے۔ لہٰذا اس ماہ خاص طور پر خود اپنے لیے۔ اپنے والدین۔ اپنے اہل و عیال، اعزہ و اقارب رفقاء اور تمام مومنین کے لیے زیادہ سے زیادہ مغفرت کی دعا کریں۔

(iii) اللہ کی راہ میں خرچ کرنا: انفاق حصولِ تقویٰ و تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے۔ رمضان میں اس کا اجر بھی کئی گنا بڑھ جاتا ہے

(iv) روزہ افطار کرانا: حدیث میں روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے اجر کے برابر نوید سنائی گئی۔ مزید فرمایا کہ یہ اجر وہ بھی پا سکتا ہے جو لسی یا پانی کے ایک گھونٹ پر بھی کسی کو روزہ افطار کرا دے۔

(v) اعتکاف: رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف نبی اکرم ﷺ کی مستقل سنت ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک سال اعتکاف نہ کر سکے تو آپ ﷺ نے اگلے سال دو عشروں کا اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف میں شب قدر کی بھی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

(vi) لیلۃ القدر کی تلاش: نبی اکرم ﷺ کا حکم ہے کہ ”شب قدر کو آخری عشرے میں تلاش کرو۔“ دیگر روایات میں بھی آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کی تاکید ہے۔

(vii) تراویح اور تہجد: انسان دن کو روزہ رکھ کر اپنے نفس کو کمزور اور رات کو قرآن سن کر اپنی روح کو طاقتور بناتا ہے یہ عمل انسان کی روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔ رمضان میں نوافل کا اجر فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا تراویح، تہجد اور دیگر نوافل کا ضرور اہتمام کیجیے۔

(viii) اخلاص نیت: ہر کام اللہ کی رضا اور آخرت کی نجات کے لیے سرانجام دیجیے۔ لہٰذا مسلسل اپنی نیت کو ٹٹولتے رہیے کہ کہیں اس عمل میں دکھاوا تو شامل نہیں ہو گیا۔

محترم رفقاء! رمضان مغفرت و معافی اور روحانی ترقی کا مہینہ ہے۔ ہماری رمضان کے بعد والی زندگی ہماری رمضان سے پہلی والی زندگی سے مختلف ہونی چاہیے۔ ہمیں خود محسوس ہو کہ ہمارے اندر رمضان کے بعد تبدیلی آئی ہے۔ اور ہم ارکان اسلام کی پابندی، حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام، حلال و حرام میں تمیز پہلے سے زیادہ کرنے لگے ہیں۔ دعوت و تبلیغ، اقامت دین کی جدوجہد اور جہاد فی سبیل اللہ میں پہلے سے زیادہ وقت دینا شروع کر دیا ہے۔ اگر تو واقعی ایسا ہے تو ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ کسی درجے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان کی برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء رمضان المبارک کے مہینے میں اپنے نظم زیریں اور نظم بالا کو بھی اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر استقامت عطا فرمائے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا

سرورِ کونین ﷺ نے انہیں اپنی دوسری ماں اور اپنے گھر کی آخری نشانی قرار دیا

فرید اللہ مروت

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے نہ صرف حضور ﷺ کو گودوں میں کھلایا تھا اور آپ کی پرورش کی تھی بلکہ آپؐ کے والد، والدہ، دادا اور دوسرے بزرگوں کو بھی دیکھا تھا، اس لیے حضور ﷺ ان کی بے حد تعظیم فرمایا کرتے تھے۔

نام و نسب

برکہ نام ہے اور اُم ایمنؓ کنیت، اُم الظباء عرف۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: برکہ بنتِ ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان۔ آپؓ کا تعلق حبشہ سے تھا، اور آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی کنیزوں میں سے تھیں۔ اُنہوں نے وفات پائی تو یہ حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حضانت و تربیت بہت زیادہ اُنہیں سے متعلق تھی، جب رسول اللہ ﷺ سن شعور کو پہنچے تو وراثۃً یہ بھی آپ کے حصہ میں آئیں۔ بعد میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا تھا۔

عقد

ام ایمن رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح بنی حارث بن خزرج کے قبیلہ میں عبید بن زید سے ہوا۔ عبید کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ نے زیدؓ بن حارثہ سے نکاح کر دیا، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا یہ نکاح نبوت کے بعد ہوا۔

اسلام

حضرت ام ایمن کا تعلق ان افراد میں ہے جو اسلام کے ابتدائی دنوں میں ایمان لائے۔ ان کے پہلے شوہر بھی مسلمان تھے اور دوسرے تو گویا مسلمانوں میں خصوصیت سے ممتاز تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ اور محبوب غلام تھے۔

ہجرت اور عام حالات

جن مسلمانوں کو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا ان میں ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں یعنی مکہ سے ہجرت کر کے پہلے حبشہ گئیں پھر وہاں سے مدینہ واپس آئیں۔

جنگوں میں شرکت

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا غزوۂ احد، غزوۂ حنین اور غزوۂ خیبر میں شریک ہوئیں۔ غزوۂ احد میں حضرت ام ایمنؓ، حضرت ام سلیم، ام عمارہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ مل کر زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کی خدمت انجام دیتی تھیں۔

غزوۂ احد میں ایک مشرک حبان نے مردوں پر حملہ کی بجائے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نشانہ لگا کر تیر چلایا۔ تیر لگنے سے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا زمین پر گر گئیں۔ حضور اکرم ﷺ کو ام ایمن رضی اللہ عنہا کو تیر لگنے سے بہت تکلیف پہنچی۔ آپؐ نے ایک تیر اٹھایا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا: ''حبان کو ماریں۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حبان کا نشانہ لیا اور تیر چلا دیا۔ تیر حبان کے سینے میں پیوست ہوا۔ وہ الٹ کر زمین پر گرا۔ حضور ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: ''سعد (رضی اللہ عنہ) نے ام ایمن (رضی اللہ عنہا) کا بدلہ لے لیا۔ اللہ سعد (رضی اللہ عنہ) کی ہر دعا کو قبول فرمائے۔''

بیٹے اور شوہر کی شہادت

غزوۂ حنین میں آٹھ صحابہ کرامؓ ایسے تھے جو شروع سے آخر تک حضور ﷺ کے ساتھ میدان جنگ میں جمے رہے۔ ان آٹھ صحابہؓ میں سے حضرت ایمن رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی جو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ان کی شہادت پر بڑے صبر و ضبط سے کام لیا اور حضرت ایمن رضی اللہ عنہ کے فرزند حجاج کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ حجاج بڑے ہو کر فضلائے مدینہ میں شمار ہوئے۔

جنگ موتہ میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے شہادت حاصل کی۔ اپنے شوہر کی وفات پر ام ایمن رضی اللہ عنہا کو بہت صدمہ ہوا تاہم رحمت عالم ﷺ کی سرپرستی اور دلداری نے ان کے غم کو بڑی حد تک ہلکا کر دیا۔ ان کے فرزند حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سرورِ دو عالم ﷺ بڑی محبت فرماتے تھے اور وہ ''حب الرسول'' کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ حضور ﷺ ایک زانو پر حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے پر اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور پھر فرماتے: ''خدا میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اس لیے تو بھی ان سے محبت فرما۔'' 11ھ میں حضور اکرم ﷺ نے جنگ موتہ کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور کئی دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے لیکن حضور ﷺ نے اس لشکر کی قیادت پر نوجوان اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

حضور ﷺ آپؓ کا خیال رکھتے تھے

نبی کریم ﷺ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کا حال پوچھنے کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی ضرورتوں کو پورا فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے پاس انصار کے دیئے ہوئے بہت سے نخلستان تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپؐ نے وہ نخلستان واپس کرنا شروع کر دیئے۔ ان میں سے کچھ باغ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھی تھے جو آپؐ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دے دیئے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آئے تو اُم ایمنؓ نے ان باغوں کی واپسی سے انکار کر دیا، آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دس گنا زیادہ عطا فرمایا۔ (الاصابہ:433/4)

حضور ﷺ کا ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مذاق

رحمت دو عالم ﷺ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کبھی کبھی ہلکا پھلکا مذاق بھی فرما لیتے تھے۔ ایک دن گہرے سانولے رنگ کی ایک خاتون بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ انہیں دیکھتے ہی حضور ﷺ ''امی امی'' فرماتے ہوئے تعظیماً کھڑے ہو گئے اور بڑی عزت و وقار کے ساتھ اپنی چادر بچھا کر انہیں بٹھایا۔ پھر آپؐ نے ان سے پوچھا: ''امی آج کیسے تکلیف فرمائی۔'' آپؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ: مجھے ایک اونٹ کی ضرورت ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے مذاق سے فرمایا: ''میں تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا۔'' ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ بولیں یا رسول اللہ ﷺ وہ میرا بار نہ اُٹھا سکے گا اور میں اُسے تو نہیں مانگتی۔ آپؐ نے جواب دیا: ''میں تو تمہیں اونٹ کا بچہ ہی دوں گا۔'' پھر آپؐ نے ایک جوان

اور تندرست اونٹ منگوایا اور حضرت ام ایمن ؓ سے فرمایا: ”ہر اونٹ، اونٹ کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔“

رسول اقدس ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر ؓ بھی حضرت ام ایمن ؓ کے گھر جا کر ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے تھے۔

حضور ﷺ کی وفات پر صدمہ

رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا تو اُم ایمن ؓ بہت رنجیدہ ہوئیں اور رونے لگیں۔ لوگوں نے سمجھایا تو بولیں: مجھے یہ تو معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے مفارقت ہو گی، لیکن میں تو اس پر روتی ہوں کہ اب ہم سے وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ تسلی دینے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے تو کہا مجھے خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں۔ اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، یہ جواب اس قدر موثر تھا کہ حضرت ابوبکر و عمر ؓ بھی ضبط نہ کر سکے اور زار زار رونے لگے۔ (اسد الغابۃ:527/5)

حضرت عمرؓ کی وفات پر صدمہ

جب حضرت عمر ؓ شہید ہوئے تو حضرت اُم ایمنؓ رونے لگیں اور کہا: ”آج اسلام ضعیف ہو گیا“

(زرقانی:338/3)

حضور ﷺ کی دوسری ماں اور اہل بیت کی نشانی

آنحضرت ﷺ ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے، اکثر ان کے گھر تشریف لاتے اور ”امی“ کہہ کر خطاب فرماتے، جب ان کی طرف نظر کرتے تو فرماتے: ”ھذہ بقیۃ اھل بیتی۔“

رسول اللہ ﷺ کی پرورش

جب حضرت محمد ﷺ بی بی حلیمہ کے گھر سے مکہ مکرمہ پہنچے اور اپنی والدہ محترمہ کے پاس رہنے لگے تو ام ایمن ؓ آپؐ کی خاطر داری و خدمت گزاری میں دن رات جی جان سے مصروف رہنے لگیں۔ آپؐ کو کھانا کھلاتی تھیں، کپڑے پہناتی تھیں، کپڑے دھوتی تھیں۔

جنتی عورت

عبید بن زید ؓ کی وفات کے بعد آپؐ نے فرمایا: ”جو شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے اس کو اُم ایمن ؓ سے نکاح کرنا چاہیے۔“ حضور ﷺ کا ارشاد سن کر آپؐ کے محبوب خاص حضرت زید بن حارثہ ؓ نے آپؓ سے نکاح کر لیا۔

حضور ﷺ سے ناراضگی

ایک مرتبہ آپ ﷺ اُن کے گھر تشریف لائے تو اُنہوں نے شربت پیش کیا۔ آپؐ روزے سے تھے اس لیے متردد ہوئے، اس پر اُم ایمن ؓ بہت ناراض ہوئیں۔ غالباً ان کو معلوم نہ تھا اور آنحضرت ﷺ نے اس کا اظہار غیر ضروری سمجھا تھا۔ (رواہ مسلم)

حضرت ام ایمن ؓ نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کے لیے آٹے کو چھان کر نرم چپاتیاں تیار کر دیں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: ”امی، یہ کیا ہے؟“ حضرت ام ایمن ؓ نے فرمایا: یہ ہمارے علاقے کا کھانا ہے۔ مجھے اچھا لگا ہے اس لیے آپؐ کے لیے تیار کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اس چپاتی کو دوبارہ باریک کر کے آٹے میں گوندلیں۔“ حضور ﷺ موٹے آٹے کی روٹی پسند فرماتے تھے۔

فضل و کمال

حضرت اُم ایمن ؓ سے چند احادیث بھی مروی ہیں جن بزرگوں نے ان کے سلسلہ سے روایت کی ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔ حضرت انس بن مالک ؓ، حنش ابن عبداللہ صنعانی ؓ اور ابویزید مدنی ؓ۔

اولاد

ان کی اولاد میں پہلے شوہر سے ایمن ؓ تھے، دوسرے سے اُسامہ ؓ۔ دونوں جلیل القدر صحابی تھے حضرت اُسامہ ؓ کو صحابہ میں بڑا رتبہ حاصل تھا اور وہ آنحضرت ﷺ کو بہت عزیز تھے۔

وفات

اللہ تعالیٰ نے ام ایمن ؓ کو بہت لمبی عمر عطا فرمائی۔ اُنہوں نے حضرت عثمان ؓ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ آپؐ سے راضی ہو جن کو اللہ کے حبیب ﷺ اپنی ماں کہہ کر یاد فرماتے تھے۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(18 تا 23 مارچ 2021ء)

جمعرات (18 مارچ 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (19 مارچ 2021ء) کو کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد ازاں معمول کی مصروفیات رہیں۔

ہفتہ (20 مارچ 2021ء) کی رات کو لاہور آنا ہوا۔

اتوار (21 مارچ 2021ء) کی صبح کو فیصل آباد روانگی ہوئی۔ وہاں رفقاء کے اجتماع میں شرکت کی۔ سوال و جواب کا سیشن ہوا۔ اس کے بعد بیعت مسنونہ ہوئی اور رفقاء سے خطاب فرمایا۔ بعد نماز ظہر حلقہ کے ذمہ داران سے ملاقات کی۔ عصر سے قبل قرآن اکیڈمی میں تربیتی کورسز کے طلبہ سے مختصر ملاقات ہوئی اور کچھ گفتگو کی۔ عصر سے مغرب تک تقریباً 10 علماء کو مدعو کیا گیا تھا ان سے ملاقات اور گفتگو ہوئی۔ بعد نماز عشاء 25 روزہ فہم دین کورس کی تکمیل کے موقع پر مختصر گفتگو کی۔ تقریباً 10 حضرات اور کچھ خواتین نے بھی بیعت کی۔

سوموار (22 مارچ 2021ء) کی صبح کو جھنگ کے لیے روانگی ہوئی۔ 11:00 بجے وہاں پہنچے۔ قرآن اکیڈمی کا مکمل visit کیا۔ انجینئر مختار حسین فاروقی نے کچھ علماء اور اہم شخصیات کو دعوت دی تھی، ان سے مختصر گفتگو ہوئی۔ بعد ازاں کھانے کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ دو نوجوان بیعت کر کے تنظیم میں شامل ہوئے۔

منگل (23 مارچ 2021ء) کی صبح کو لاہور واپسی ہوئی۔ دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں فاضلین درس نظامی سے صبح 08:00 تا 11:45 تنظیم کی دعوت اور تنظیمی کاموں کو آگے بڑھانے کے حوالے سے گفتگو، سوال و جواب اور تجربات سے استفادہ پر مشتمل افہام و تفہیم کا موقع رہا۔ پھر 12:00 بجے سے 01:00 بجے تک ایک سالہ رجوع الی القرآن کے شرکاء میں اسناد تقسیم کیں اور مختصر خطاب فرمایا۔ بعد نماز ظہر دین حق ٹرسٹ کے خصوصی اجلاس میں شرکت کی، پھر ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور نائب امیر سے ملاقات کی۔ بعد نماز عصر ایک حبیب صفدر بیگ ملاقات کے لیے تشریف لائے، ان سے بیعت کے حوالے سے گفتگو رہی جس میں نائب امیر بھی شریک تھے۔ رات مرکز میں قیام کیا۔

یقیں پیدا کر اے غافل!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے! بنگلہ دیش میں اسلامیت کو دبانے، سیکولرازم مسلط کرنے کے بدترین حربے استعمال کرتی حسینہ واجد حکومت کے اچانک چھکے چھوٹ گئے۔ 26 مارچ، قیامِ بنگلہ دیش کی پچاسویں سالگرہ پر حسینہ واجد نے نریندر مودی کو مہمانِ خصوصی بنانے کی حماقت کر ڈالی۔ ''حفاظتِ اسلام'' کے بینر تلے عوام احتجاجی ریلیوں کی صورت اٹھ کھڑے ہوئے۔ جیسے شدید دباؤ سے نکل کر یکایک چھوٹنے والا اسپرنگ سیکولرازم کے ماسک کے چیتھڑے اڑا گیا۔ مودی کے خلاف احتجاج کناں عوام ''گجرات کا قصاب'' اور ''مودی واپس جاؤ!'' کے بینر لیے نعرے لگا رہے تھے۔ ان میں (پاکستان کے برعکس) یہ ملّی درد اور جرأت تھی کہ وہ بھارت میں مسلم کشی کے خلاف نعرہ زن ہوئے۔ حتیٰ کہ مودی کی اسلام دشمن پالیسیوں کو ردّ کرتے ہوئے دن دہاڑے ڈھاکا کے ریڈ زون کی مرکزی شاہراہ پر گائے ذبح کر کے بھارت میں گائے کے ذبیحے پر پابندی کے خلاف عملی احتجاج کیا۔ ہم کیا اسلام آباد کے ریڈ زون میں ایسے اقدام کا تصور بھی کر سکتے ہیں؟

اندرا گاندھی نے پاکستان ٹوٹنے کے دل خراش سانحے پر فخریہ اعلان کیا تھا کہ ہم نے دو قومی نظریہ بحرِ ہند میں غرق کر دیا۔ شاباش ہے غیور اسلامیانِ بنگلہ دیش پر کہ انہوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ صرف نظریۂ پاکستان ہی نہیں، نظریۂ بنگلہ دیش بن کر ان کے دلوں میں بھی دھڑکتا ہے۔ یہ پوری دنیا میں کارفرما نظریہ ہے جس کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے۔ پوری دنیا میں دو ہی قومیں بستی ہیں، کلمے کو ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ یہی دو قومی نظریہ ہے جسے مٹانے کو بالخصوص نائن الیون کے بعد پوری مسلم دنیا پر ملکوں ملکوں حسینہ واجد جیسی کٹھ پتلی سول آمریت مسلط کی گئی۔ اسلام کو بیخ و بُن سے ادھیڑنے، رواداری کے نام پر سیکولرازم، بے دینی کی ترویج ان حکومتوں کا ایجنڈا ٹھہری۔ یہ لاوا بنگلہ دیش میں پھٹ پڑا۔ تمام بڑے شہر مظاہروں کی لپیٹ میں ہیں۔ پُر امن مظاہرین پر براہِ راست فائرنگ سے 13 ہلاکتیں ہو چکیں، درجنوں زخمی ہوئے۔ فائرنگ سے اشتعال پھیلا اور مظاہرے پُر تشدد ہو گئے۔ رپورٹوں کے مطابق برہمن باڑیہ میں جابجا آگ لگی۔ سرکاری دفاتر کو آگ لگا دی گئی۔ ڈھاکہ کو چٹاکانگ سے ملانے والی شاہراہ بلاک کر دی گئی۔ حقوق انسانی گروپوں نے حکومت کی جانب سے بڑھتے ہوئے ظلم و جبر پر تنقید کی کہ جبری گمشدگی اور ماورائے عدالت قتل بڑھتے جا رہے ہیں۔ (انہیں اس کا عادی ہو کر خاموش رہنا نہیں آیا؟) بنگلہ دیش کے عوام کی دینی حمیت اور جذبۂ ایمانی نہایت حوصلہ افزا ہے، بالخصوص بھارتی اور کشمیری مسلمانوں کے لیے۔ سری لنکا کے مسلمان بھی یقیناً اس سے حوصلہ پائیں گے۔ خطے میں یہ زندگی اور حریت کی قوی علامت ہے۔ سیّد علی گیلانی پاکستان میں مودی کے ساتھ یکایک خوشگواریوں کے نئے ابواب کھل جانے پر دکھی ہوئے اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ انہیں بنگلہ دیش سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا محسوس ہوا ہوگا۔

23 مارچ کو جب کشمیری اپنی جان پر کھیل کر پاکستان کو مبارکباد دے رہے تھے اور پاکستانی پرچم لہرا رہے تھے، ہم اپنی شہ رگ بھلا کر اُلفت کی نئی راہوں پر بھارت کے ساتھ ایک نئے باب کا آغاز کر رہے تھے۔ بھارتی آئینی ترمیم کا مارا اور بھارتی فوجی بوٹوں تلے دبا کشمیر ہمیں حیرت سے دنگ دیکھ رہا ہے! امریکا کو خطے میں اس امن کی ضرورت ہے، سو اماراتی، امریکی فارمولے کے تحت مودی نے ایک طرف بنگلہ دیش میں گولڈن جوبلی منانا چاہی اور دوسری طرف پاکستان کو کھانے والے دانت چھپا کر، دکھانے والے دانتوں سے نیک تمناؤں کا اظہار کر ڈالا۔ (اگرچہ 'دہشت گردی اور دشمنی سے پاک ماحول' والا ڈنک مارنے سے وہ نہیں چوکا۔) بھارت کے مقابل ہماری بقا دو قومی نظریے کو دانتوں سے پکڑے رکھنے میں ہے۔ ورنہ ہم اپنے وجود کا جواز کھو بیٹھیں گے۔ بہرصورت مسلمانانِ پاکستان اور دینی جماعتوں کے لیے، بنگلہ دیش کے عوام کے اس ردِّ عمل میں ایک پیغام مضمر ہے۔ بے دین سیاست کے دائروں کے سفر سے نکل کر نظریۂ پاکستان کے تحفظ کے لیے انانیت چھوڑ کر یکجا ہونا ازبس لازم ہے۔ کیا ستم ہے کہ بنگلہ دیش میں جماعت اسلامی کے مؤقر رہنماؤں نے جانوں کی قربانی نظریے کی بقا کے لیے دے ڈالی۔ اور پاکستان میں بلاول اور زرداری کی کلیتاً دین بےزار سیاست کو سہارا یہاں جماعت اسلامی سے ملے؟ حسینہ واجد کے خلاف کھڑے ہونے والے دینی عناصر کا قابلِ تقلید اٹھ دیکھ لیجیے! یہی وقت اور تحفظِ اسلام کا تقاضا ہے۔

دنیا بھر میں کورونا وائرس کی تیسری لہر عروج پر ہے۔ برطانوی وائرس اب یورپ کے 53 میں سے 48 ممالک تک پھیل چکا ہے۔ پچھلے برانڈ سے یہ 50 فیصد زیادہ متعدی ہے، نئی عادات واطوار کے ساتھ۔ ابھی تو جنوبی افریقہ سے جاری ہونے والا بھی ہے اور نیویارک میں بھی ایک نیا برانڈ اُبھرا ہے۔ یورپ میں 20 ہزار اموات ہر ہفتے ہو رہی ہیں۔ لوگ سال بھر میں تھک کر لاپروا ہو گئے ہیں، سو رپورٹ کے مطابق اسی لیے زیادہ پکڑے جا رہے ہیں۔ بڑھتی تعداد کے پیش نظر یورپی ممالک میں پابندیاں بڑھا دی گئی ہیں، بالخصوص جرمنی اور فرانس۔ اٹلی میں بھی یہی صورتحال ہے۔ فرانس میں ایک طرف مسلمانوں پر پے در پے پابندیاں (اب مرغی ذبح کرنے پر پابندی) عائد ہو رہی ہیں، دوسری طرف کورونا انہیں اپنی پابندیوں میں جکڑے جا رہا ہے۔ وائرس نے پورے گلوب کا طرزِ زندگی بدل ڈالا ہے۔ شب و روز کورونا طے کرے گا!

ویکسین پر الگ دھند چھائی ہوئی ہے۔ کتنی مؤثر ہے؟ کون سی مؤثر ہے؟ خود ویکسین کے ہاتھوں کتنے افراد کورونا میں پکڑے جا رہے ہیں۔ 'دی نیوز' نے خیبر پختونخوا میں ہونے والے واقعات رپورٹ کیے ہیں۔ (28 مارچ)۔ پس پردہ دوا ساز کمپنیوں کے مفادات، سیاسی کشاکش، دیانت کا فقدان مزید ہے۔ ہمارے ہاں ویکسین کے درآمد کنندگان کو 40 فیصد مارک اپ اور دکاندار کو 15 فیصد دیے جانے پر یہ 65 فیصد کا ٹیکا صارف کو اس کی قیمت کا لگے گا۔ مرے کو مارے شاہ مدار۔ اس پر WHO اور ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل دونوں نے حکومت پاکستان پر شدید

1. “The Alliance must respond to Russian threats and hostile actions (...) without a return to 'business as usual' barring alterations in Russia's aggressive behavior and its return to full compliance with international law.”
2. China is depicted as a tsunami of “security challenges”: “The Alliance should infuse the China challenge throughout existing structures and consider establishing a consultative body to discuss all aspects of Allies' security interests vis-à-vis China”. The emphasis is to “defend against any Chinese activities that could impact collective defense, military readiness or resilience in the Supreme Allied Commander Europe's (SACEUR) Area of Responsibility.”
3. “NATO should outline a “global blueprint” for better utilizing its partnerships to advance NATO strategic interests. It should shift from the current demand-driven approach to an “interest-driven approach” and consider providing more stable and predictable resource streams for partnership activities. NATO's Open-Door Policy should be upheld and reinvigorated.

Welcome to “Shocked and Awed” 21st Century Geopolitics. A “Real Game-Changing Moment”

<u>**Source**</u>: ***Adapted from an article by Pepe Escobar, posted on Asia Times.***

<u>**Note**</u>: ***The editorial board of Nida-e-Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر اہلِ حدیث راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم بی ایس اسلامیات (جاری) ترجمہ وتفسیر القرآن کورس کے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسرروزگار متشرع نوجوان کا لاہور اور گردونواح سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0307-5550486

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 34 سال، ذاتی کاروبار کو عقدِ ثانی کے لیے (پہلی بیوی موجود، اولاد نہیں) دیندار، پردہ کی پابند خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-4492929

تنقید کی ہے۔ بھارت خود بنا رہا ہے۔ ہم سوائے بدعنوانی کے کسی شعبے میں مہارتِ تامّہ نہیں رکھتے!

پاکستان تیسری لہر کا شدّت سے سامنا کرنے کے باوجود جوں کا توں ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ سوشل میڈیا پر دل دماغ چر جانے والوں کی ایک چراگاہ ہے۔ انکشافات، حقائق بتانے کی دعویداری کے ساتھ نت نئے شگوفے علمیت کی پیکنگ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ جنازے اٹھا کر بھی یہ کہنے والوں کی کمی نہیں کہ کورونا کچھ نہیں ہے، دجالی سازش ہے۔ عجب ہے کہ خود دجالچوں ہی کو جا چمٹی ہے، نگلے جا رہی ہے۔ خدارا ہوش کے ناخن لیں۔ یہ اللہ کی تخلیق ہے، ہر بیکٹیریا اور وائرس ہی کی طرح۔ عذاب کی تمام تر علامات لیے ہوئے ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے کہ وبا، عذاب میں مومن و کافر بھی پکڑے جا سکتے ہیں، مگر دونوں پیکیج جدا ہیں۔ احادیث کے تناظر میں انجام کار مومن شہادت کا درجہ بھی پا سکتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ ”ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔“ (القمر: 49) کورونا بھی اللہ نے تقدیر کے ساتھ پیدا کیا۔ مقررہ وقت پر نزول ہوا، ایک طے شدہ حد تک نشوونما ہوگی۔ (ہر مخلوق کی طرح) طے شدہ مدّت تک باقی رہے گا۔ اللہ کے فریم ورک کے اندر (نشان زدہ ہے کس کو کتنا، کب پکڑے گا۔) کام کر کے فنا کے گھاٹ اتر جائے گا۔

ہمارے لیے رحمانی ہدایات مکمل موجود ہیں۔ احتیاط توکّل کا جزو ہے، جو ماسک اور فاصلہ رکھنے میں ہے۔ علاج کروانے کا حکم ہے۔ ”اللہ کے بندو (شفا کے لیے) دوا (استعمال) کیا کرو۔ اللہ نے جو بیماری بنائی ہے، اُس کی شفا (کے لیے دوا) بھی بنائی ہے، سوائے شدید بڑھاپے کے۔“ (ابن ماجہ، ترمذی) دوا اور دعا، تلاوت قرآن، اچھی غذا علاج کا پیکیج ہے۔ یہ ایمان اور تجربے (ایک سالہ کورونا) کا حاصل ہے کہ مسجد پناہ گاہ ہے۔ (ماسک کے ساتھ) یہ محفوظ ترین مقام ہے۔ کلمہ طیبہ سب دعاؤں پر حاوی ہے۔ ”ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں (مل کر) ایک بند کڑا ہوں تو لا الٰہ الا اللہ ان کو پھاڑ کر گزر جائے۔“ (بخاری) کائنات کی سب سے بڑی حقیقت، افضل الذکر، قوی ترین کلمہ! کورونا کی کیا اوقات اس کے آگے؟ شرط یقین اور اخلاص، تعلق باللہ ہے!

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے!

اناللہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ ملاکنڈ، واڑی تنظیم کے ناظم بیت المال محترم صاحبزادہ کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0315-7799188

☆ حلقہ ملاکنڈ، باجوڑ شرقی تنظیم کے امیر رفیق الرحمن کے چچا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-5850482

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، مردان کے رفیق محترم زیب اللہ کے نانا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0345-5883114

☆ حلقہ کراچی وسطی کے ناظم توسیع دعوت جناب راشد حسین شاہ کے نانا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-3511058

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے معاون امیر حلقہ کامران فاروق خان کی تایازاد بہن وفات پا گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

Dangerous Crossroads: US-NATO vs. Russia-China in a "Hybrid War" to the Finish!

The contours of the "Shocked and Awed" 21st Century Geopolitics are steadily becoming clearer.

What happened in the past few days between Anchorage and Guilin continues to reverberate. As Russian Foreign Minister Sergey Lavrov stressed that Brussels "destroyed" the relationship between Russia and the EU, he focused on how the Russia-China comprehensive strategic partnership is getting stronger and stronger.

Not so casual synchronicity revealed that as Lavrov was being properly hosted by Chinese Foreign Minister Wang Yi in Guilin – scenic lunch in the Li river included -, US Secretary of State Tony Blinken was visiting NATO's HQ outside Brussels.

Lavrov made it quite clear that the core of Russia-China revolves around establishing an economic and financial axis to counterpunch the Bretton Woods arrangement. That implies doing everything to protect Moscow and Beijing from "threats of sanctions by other states"; progressive de-dollarization; and advances in crypto-currency. This "triple threat" is what is unleashing the Hegemon's unbounded fury.

On a broader spectrum, the Russia-China strategy also implies that the progressive interaction between the Belt and Road Initiative (BRI) and the Eurasia Economic Union (EAEU) will keep apace across Central Asia, Southeast Asia, parts of South Asia, and Southwest Asia – necessary steps towards an ultimately unified Eurasian market under a sort of strategic Sino-Russo management.

In Alaska, the Blinken-Sullivan team learned, at their expense, that you don't mess with a 'Yoda' such as Yang Jiechi with impunity. Now they're about to learn what it means to mess with Nikolai Patrushev, head of the Russian Security Council. Patrushev, as much a 'Yoda' as Yang Jiechi, and a master of understatement, delivered a not so cryptic message: if the US created "tough days" for Russia, as they "are planning that, they can implement that", Washington "would be responsible for the steps that they would take".

Meanwhile, in Brussels, Blinken was engaged in talks with a spectacularly inefficient head of the European Commission (EC) Ursula von der Leyen. Then came NATO, which put on quite a show, complete with an all-Foreign Minister tough guy pose in front of the HQ. That was part of a summit – which predictably did not "celebrate" the 10th anniversary of NATO's destruction of Libya or the major humiliation that NATO "endured" in Afghanistan. In June 2020, NATO's cardboard secretary – General Jens Stoltenberg – actually his US military handlers – laid out what is now known as the NATO 2030 strategy, which boils down to a Global Robocop politico-military mandate. The Global South has been warned!

In Afghanistan, according to a Stoltenberg impervious to irony, NATO supports infusing "fresh energy into the peace process". At the summit, NATO ministers also discussed Middle East and Northern Africa and – with a straight face – looked into "what more NATO could do to build stability in the region". Syrians, Iraqis, Lebanese, Libyans, Malians would love to learn something about that!

Post-summit, Stoltenberg delivered a proverbially somnolent press conference where the main focus was – what else – Russia, and its "pattern for repressive behavior at home, aggressive behavior abroad". All the rhetoric about NATO "building stability" vanishes when one examines what's really behind NATO 2030, via a meaty "recommendation" report written by a bunch of "experts".

Here we learn the three essentials:

1. "The Alliance must respond to Russian threats and hostile actions (...) without a

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.13

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore